October, 1966

امیر ملت قبلہ عالم حضرت الحاج مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری



زیر سرپرستی: زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

نگران اعلیٰ
جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر

مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

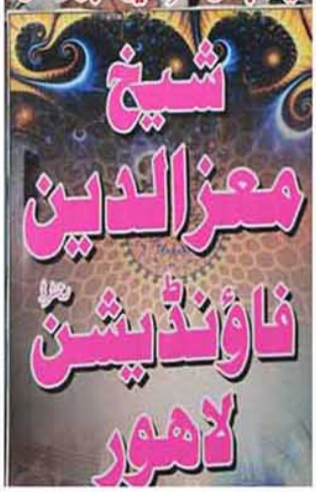
رحمتہ اللہ علیہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاونڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے



1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April







بفیض روحانی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سراج الملت والدین مولانا الحاج الحافظ پیر
سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسرپرستی زبدۃ العارفین شمس الملت عالیجناب مولانا الحاج الحافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہم

بظلِ حمایت زبدۃ العارفین معین الملت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین.
شاہ صاحب مدظلہم

انوار الصوفیہ
قصور

نگران
منبع رشد و ہدایت
پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

مدیر معاون
مولانا عبدالعزیز صاحب
مرتضائی قصوری

جلد	شمارہ
۵۸	۳

بابت اکتوبر ۶۶ء
مطابق جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ

مدیر مسئول: غلام رسول گوہر

چندہ سالانہ	۵ روپے
فی کاپی	۵۰ پیسے
اراکین حضرات سے	۴۰ روپے
معاونین سے	۲۰ روپے

○

اس دائرہ میں اگر آپ کے اس رسالہ میں سرخ نشان ہے تو آپ سمجھ لیں کہ اس ماہ میں میرا چندہ ختم ہوگیا ہے اور مجھے اپنی اولین فرصت میں مبلغ پانچ روپے منی آرڈر کر دینے چاہئیں تاکہ ادارہ کو انتظار نہ کرنا پڑے۔

فہرست مضامین

(غلام رسول گوہر ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے لاہور آرٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور سے شائع کیا)

سلام

میرے مرشد میرے پیارے آپ پر لاکھوں سلام
دین و دنیا کے سہارے آپ پر لاکھوں سلام!

گمرہی سے ہم کو لے آتے ہیں سیدھی راہ پہ!
آپ ہیں رہبر ہمارے آپ پر لاکھوں سلام!

ذاتِ اطہر میں نظر آتے ہیں جلوے نور کے!!
آپ ہیں آنکھوں کے تارے آپ پر لاکھوں سلام

سب دلوں پر نقش جس نے کر دیا نامِ خدا!
جس نے بگڑے سب سنوارے آپ پر لاکھوں سلام

ہیں رُخِ روشن کی تابانی پہ مہر و مہ فدا
اور ہیں قربان تارے آپ پر لاکھوں سلام

میرے مرشد آج وہ چشمِ عنایت خاص ہو!

جس سے خوش ہو جائیں سارے آپ پر لاکھوں سلام!

بہرِ تسکینِ دلِ مغموم کچھ فرمائیے؟
کیجئے مولا اشارے آپ پر لاکھوں سلام

اس بڑے دربار سے پائینگے سب کچھ دیکھنا
آپ ہیں داتا ہمارے آپ پر لاکھوں سلام

ان کے دیوانوں کی باتوں کو بھلا سنتا ہے کون
کون بگڑی کو سنوارے آپ پر لاکھوں سلام

معرفت کا میرے مولا جام وہ کیجے عطا!
پردے اُٹھ جائیں یہ سارے آپ پر لاکھوں سلام

دیدِ لیلے کو میسّر ہو جو مولیٰ آپ کی!!
جان و دل صدقے اتارے آپ پر لاکھوں سلام

ادا ریہ

بڑے لوگ ہی

عوام کو نیک یا بد بنانے کا کردار ادا کرتے ہیں

قیامت کے دن جب کافروں کو دوزخ میں ڈالا جائیگا اور
ہر چہار طرف سے اور اوپر نیچے سے بھی عذاب ان کو محیط ہوگا۔ تو
وہ اپنے بڑوں کو الزام دیں گے۔ کہ انہوں نے ہی ہم کو گمراہ کیا
یعنی دین کے راستہ سے ہٹایا۔ قوم کے بڑے لوگ ہی قوم کو سدھارنے
اور بگاڑنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں چھوٹے درجہ کے لوگ اپنے بڑوں
کی تقلید و اتباع کرتے ہیں۔ اگر بڑے لوگ نیک کردار ہوں۔ تو
چھوٹے بھی نیک کردار ہوں گے۔ اگر وہ برے ہوں تو چھوٹے بھی
برے ہوں گے۔ الناس علی دین ملوکہم۔ لوگ اپنے بادشاہوں
کے دین پر ہوتے ہیں۔ یعنی ان کے طور طریقے پر ہوتے ہیں۔
کہتے ہیں کہ جب تیمور لنگ کا عہد حکومت تھا۔ اس وقت لوگوں
نے لنگڑے پن کو چلنے میں بطور فیشن کے اختیار کیا ہوا تھا۔ اسی
طرح جب ہم پر غیر مسلم قوم مسلط ہوئی۔ اور وہ ہم پر حکومت
کرنے لگے تو معاشرت کے جو اصول ان کے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ ہم
میں آتے گئے اور جو ہمارے اپنے اسلامی طور طریقے تھے۔ وہ
نابود ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے انگریزوں کی دیکھا دیکھی
داڑھی مونچھ کو منڈایا گیا۔ سر کے بالوں کی تراش بھی وہ پسند

کی جو انگریزوں میں رائج تھی۔ کرسیوں پر بیٹھ کر میز پر کھانا۔ لگا
کر چھری کانٹے سے کھانا ہم نے ان سے سیکھا۔ پینٹ۔ پتلون ٹائی
وغیرہ کا پہننا۔ انگریزوں کی تقلید کا روشن نمونہ ہے۔ ان کے آنے
سے قبل ہمارے ملک میں یہ رائج نہ تھا۔ بعض مسلمانوں نے انگریزوں
کی تقلید میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ ان کی عورتیں آزادی میں
نیم برہنہ رہتی ہیں۔ سر کے بال کٹواتی ہیں۔ کلبوں میں ناچتی ہیں
غیر محرم اور اجنبی مردوں سے مصافحہ کرتی اور ان کے ساتھ ایک میز
پر بیٹھ کر کھانا کھاتی ہیں۔ آج مسلم خواتین بھی اسی راستے پر چلتی ہوئی
نظر آ رہی ہیں۔ افسوس انگریز چلا گیا مگر اس کی تعلیم اور اس کی معاشرت
نہیں گئی ہم دعائیں مانگتے تھے کہ انگریزوں نے ہمارے دین کو تباہ
کر دیا۔ ہماری مسجدیں ویران اور سنسان پڑی ہیں۔ اے اللہ تو ہمکو
حکومت عطا کر یعنی ہمارا بادشاہ مسلمان ہو تاکہ اس کی اسلام دوستی
کے سایہ میں ہم اپنی لٹی ہوئی متاع اسلام کو واپس لے لیں۔
ہم اسلام پر عامل ہو کر اپنے رب کو راضی کریں۔ مسجدوں میں پہلے
حکمران اور حکام اور افسر ہمارے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہو کر
نماز پڑھیں۔ حکام و محکوم راعی و رعیت کے مابین جو فاصلہ ہے وہ

جاتا ہے۔ اے رب تیرے احکام نافذ ہوں۔ کتاب و سنت کے انوار سے مسلمانوں کے قلوب جگمگا اٹھیں اور ہم سب مسلمان نظریاتی اور عملی لحاظ سے ایک وحدت کے رنگ میں رنگے جائیں۔ ہزاروں مسلمان ایک مسلمان اور ایک مسلمان ہزاروں مسلمان کی صورت میں ہو جائے فرد جماعت بن جائے اور جماعت فرد ہو جائے۔ نہ فرد جماعت سے جدا ہو نہ فرد جماعت سے لاتعلق ہو ہم اپنے حاکموں کو پہنچائیں اور ہمارے حاکم ہم کو پہنچائیں۔ ہم ان کی ضرورت کو تسلیم کریں۔ وہ ہمارے وجود کو سلطنت و حکومت کے لئے بنیاد محکم تصور کریں۔ اے رب تیرے اور امر کو بجا لاتے اور نواہی سے اجتناب کرنے میں کوئی چیز حائل و مانع نہ ہو۔ نیکی کا دور دورہ ہو برائی کی جڑ کٹ جائے سوکھ جائے الحمد نے ہماری اس دعا کو شرف اجابت بخشا۔ بعض مخلص اور باہمت خدا کے برگزیدہ بندوں کی سعی سے ہمیں ملک دیدیا۔ ہمارے غیر سے اس سرزمین کو پاک کر دیا۔ جن کے قلوب کفر و شرک کی نجاست سے پلید اور جن کے اعضاء بد اعمالی اور ظلم و ستم اور ناانصافی سے گندے تھے ان کو یہاں سے نکال دیا ہماری زمین پاک ہو گئی۔ ہم نے اپنے ملک کا نام پاکستان رکھا کہ یہاں اب ان لوگوں کی حکومت ہے جن کے دل کفر و شرک سے پاک نور ایمان سے منور ہیں جن کا ظاہر اسلامی اعمال و اخلاق سے مزین ہے۔ اب مسجدیں نمازیوں کے نہ ہونے کا مرثیہ خوانی نہیں کریں گی۔ ہر شخص نماز پڑھیگا دن میں کوئی بے نماز کوئی بدکار کوئی قاتل کوئی سود خوار۔ کوئی قمار باز نہیں ہوگا عورتیں نیک اور صالحہ ہوں گی۔ شوہروں کی فرمانبردار گھر میں رہنے والی حجاب کی دلدادہ حیادار غیرت مند ہوں گی۔ دینی تعلیم کے مدارس کھلیں گے بچوں کو قرآن حدیث کی تعلیم دی جائے گی۔ لوگ نہ اردو میں بلکہ عربی میں کلام کیا کریں گے۔ آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہیں گے۔ مگر افسوس یہ تصورات یہ توقعات پورے نہ ہونے

گے۔ اور یہ خواہیں شرمندہ تعبیر نہ ہوئیں۔ دین کی بدحالی جو انگریزوں کے عہد میں تھی آج بھی اسی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زبوں حال ہے۔ آج وہ گھناؤنے جرم ہو رہے ہیں۔ جو وجود پاکستان سے قبل نہیں تھے۔ بلکہ ان کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ مثلاً کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ نہیں ہوتی تھی جو چیز ملتی کھری ہوتی اصلی ہوتی۔ گھی۔ دودھ۔ کپڑا۔ دوائیں۔ مٹھائیاں۔ ہر چیز اصلی اور سستی بھی ہوتی آج یہ چیزیں اصل نہیں ملتیں اور اگر کسی اعتبار والی جگہ کوئی چیز مل بھی جاتے تو بہت گراں۔ اور وہ بھی سولہ آنے کھری نہیں ہے۔ جسقدر شراب اب پی جارہی ہے اس قدر پہلے نہیں پی جاتی تھی۔ عموماً سکھ شراب پیتے تھے اور اگر کوئی سکھ شراب پی کر مسلمانوں کے علاقہ میں آجاتے۔ تو اس کی خوب پٹائی ہوتی تھی۔ کسی مسلمان کو اگرچہ وہ کتنا فاسق و فاجر ہے تکلف مسلمانوں کے سامنے شراب پینے کا حوصلہ نہ پڑتا۔ شراب تو شراب حقہ سگریٹ تک لوگ اپنے بزرگوں کے سامنے پینے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے۔ کسی نوجوان کو بزرگوں کے سامنے ننگے سر بیٹھنا معیوب معلوم ہوتا آج ننگے سر رہنا ہماری تہذیب ہو گیا یہاں تک کہ مسجدوں میں نماز پڑھنے کیلئے جو جوان یا بابو آتے ہیں وہ مسجد میں رکھی ہوئی ٹوپیاں سر پر رکھ کر فریضہ نماز کو ادا کرتے ہیں نماز ان کی اگرچہ ادا ہو جاتی ہے۔ مگر کامل نہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی قدر نہیں کی اس کو تہاون اور سستی سے ادا کیا اگر ان کے دلوں میں دربار خداوندی میں حاضری کی عظمت کی کوئی معمولی سی بھی جھلک ہوتی تو وہ اپنے لباس کے ساتھ کی سر کو گھر سے ہی پگڑی یا باعزت ٹوپی کے ساتھ نماز ادا کرنے کیلئے آتے۔ اگر عمیق اور گہری نظر سے قوم اور معاشرے کا جائزہ لیا جائے۔ تو یہ حقیقت سامنے نظر آئے گی کہ یہ برائیاں جو معاشرے کو گھن کی طرح کھاتے جا رہی ہیں

قوم کے بڑوں سے ان میں آئی ہیں - اگر ان کی اصلاح ہو جائے اسلامی تہذیب وتمدن سے وہ ہمکنار ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرے سے برائیاں دور نہ ہوں - بڑے آدمی قوم میں وہ مقام رکھتے ہیں - جو جسم میں دل کا ہوتا ہے - اگر دل درست ہو تو جسم درست ہوتا ہے - اگر وہ خراب ہو جائے - تو جسم کا خراب ہونا ناگزیر ہے - ہمارے بڑوں کو چاہیئے کہ قوم کے روبرو اعلیٰ کردار اعلیٰ اخلاق کا وہ نمونہ پیش کریں - جس میں اسلام اور شریعت کی جھلک ہو - آج ہی اگر بڑے لوگ سنت کے مطابق داڑھی رکھ لیں - تو کیا مجال ہے چھوٹوں کی کہ وہ داڑھی نہ رکھیں - بلکہ ڈاڑھی کا رکھنا اور مونچھوں کا کٹانا - فیشن ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کا شعار بن جائے - غیر ممالک سے جتنی برائیاں درآمد کی جاتی ہیں - حقیقت میں بڑے لوگوں کے دل کو بہلانے کے لئے کی جاتی ہیں - بعد میں چھوٹے بھی دن سے خط اٹھائے بغیر رہنا جرم عظیم تصور کرتے ہیں - بنیادی جمہوریتوں نے کتنے ہی بڑا کام کیا ہے - اور یہ ایک مفید ادارہ ہے یہ ٹھیک ہے - مگر دینی ومذہبی لحاظ سے اس ادارہ نے بھی آج تک کوئی کردار لوگوں کے سامنے نہیں رکھا - اگر یہ بات صحیح ہے کہ یہاں سے لوگ اوپر کو چڑھتے ہیں تو کیا وجہ ہے - کہ دینی اعتبار سے بھی صالح اور نیک ہونے کی کوششیں یہاں سے نہ کی جائیں - مثلاً تمام یونین کونسلوں کے چیئرمین اور بی ڈی ممبر پانچ وقت مسجد میں آکر نماز ادا کریں - اہل اسلام کے ساتھ اسلامی امور میں تعاون کریں - ان کے جرائم سے باز رہنے کی تلقین کریں - تو چند مہینوں میں معاشرہ میں ایسا زبردست انقلاب آسکتا ہے - کہ برائیوں کا خود بخود قلع قمع ہو جائیگا - آئندہ انتخاب میں اس تجویز پر عمل کیا جائے کہ جو بے نماز اخلاق یافتہ اور دین سے بیگانہ ہو وہ کوئی کیوں نہ ہو اس کو ووٹ نہ دیا جائے ووٹ کا وہی مستحق سمجھا جائے - جو صحیح طور پر عوام کی رہنمائی کی اہلیت رکھتا ہے -

---

یارسول اللہ

عزیز حاصل پوری ملتان

کوئی سکون تدبیر؟ یارسول اللہ!
فضائے دہر ہے دل گیر یارسول اللہ

اجالے تیرگیوں سے بدلتے جاتے ہیں
یہ انقلاب! یہ تغیر! یارسول اللہ

بنی ہے تختہ مشق ستم حریفوں کا
زمین وادیٔ کشمیر! یارسول اللہ

ستمگروں کے وہیں دل دہل کے رہ جائیں
لگے نعرہ تکبیر یارسول اللہ

تمہارا دست تعاون بڑھے تو مل جائے
سیالکوٹ سے کشمیر یارسول اللہ

دیار خلد نمونہ ہے اک مدینے کا
مدینہ خلد کی تصویر یارسول اللہ

عطا براہ عطا ہو عزیز شاعر کو
شعور مصطفی و مبشر یارسول اللہ

جنرل محمد موسیٰ کی خدمت میں ہدیہ تبریک

ہم پاکستانیوں کی اس سے بڑھ کر کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے۔ کہ رب تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے سربراہ مملکت۔ صدر محمد ایوب خان سا نیک دل نیک طینت اور جری بہادر مستعد و دیانت دار معاملہ فہم۔ آشنائے امور سلطنت عطا کیا اس کے سایہ میں پاکستان اپنے تمام ترقیاتی منصوبوں میں کامیابی کے ساتھ گامزن ہے۔ اور اس کے زیر سایہ گورنر ملک محمد امیر خاں نے ملک و ملت کی دیانت داری اور جان فشانی اور خلوص و قلب سے جو بے لوث خدمت کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہم ان کے شکر گذار ہیں اور دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ ان کے بعد جنرل محمد موسیٰ مغربی پاکستان کے گورنر مقرر ہوتے ہیں۔ یہ بھی صدر محمد ایوب خان کی ذہنی صلاحیتوں کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔ ہم جنرل محمد موسیٰ گورنر مغربی پاکستان کا خلوص قلب سے خیر مقدم کرتے ہوئے ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے عہدہ گورنری کو سنبھالتے ہی اپنی حقیقی ذمہ داریوں کو بھانپ لیا ہے۔ معاشرہ میں جو سماجی خرابیاں جڑ پکڑ گئی ہیں۔ جن کے سبب پاکستان کے عوام قتل و اغوا سے محفوظ نہیں ہیں۔ دن دہاڑے قتل و غارت کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ مگر کسی کی جرأت نہیں ہوتی کہ آگے بڑھ کر قاتل کے ہاتھ کو پکڑ لے۔ جنرل محمد موسیٰ گورنر مغربی پاکستان نے ان سب کا قلع قمع کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ انہوں نے اپنی تقاریر میں واضح طور پر فرما دیا ہے۔ کہ افسروں کو عوام کے ساتھ مل جل کر رہنا ہوگا۔ ان کے ساتھ محبت اور نرمی سے بات کرنی ہوگی۔

جس جیسے کا ان کو پتہ نہیں اس میں ان کی ہمدردی کے ساتھ راہنمائی کرنی ہوگی۔ رشوت کا مکمل طور پر انسداد کیا جائیگا۔ جس کسی کو سمجھانے سے بھی رشوت کا ترک کرنا مشکل ہوگا اس کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ جن لوگوں نے شوقیہ گھروں میں اسلحہ رکھنے کے لئے بغیر متقاضی ضرورت کے لائسنس حاصل کئے ہیں۔ ان کے لائسنس منسوخ کر دیتے جائیں گے۔ افسروں اور حکام کو سادہ اور باوقار ایماندارانہ زندگی گذارنے کی ہدایت دی ہے اور یہاں تک فرمایا ہے۔ کوئی افسر اور حاکم اپنے کو عوام کا آقا نہ سمجھے بلکہ انکا خادم جانے۔ اور خدمت میں کوئی کوتاہی نہ کرے پاکستان میں ہر ممکن طریقہ سے جان۔ مال۔ عزت عصمت کا شدت کے ساتھ تحفظ کیا جائے گا۔ قتل و اغوا۔ لوٹ مار چوری کی وارداتوں کو نہ صرف کم کیا جائیگا۔ بلکہ پوری طاقت کے ساتھ ان کو ختم کیا جائے گا۔ تاکہ عوام سکون۔ امن چین سے اپنی روزی کما سکیں۔

رات کو وہ جب تنہا اپنے گھر کو لوٹ رہے ہوں تو ان کو کوئی خطرہ دامن گیر نہ ہو۔ ہم گورنر صاحب سے یہ بھی توقع رکھتے ہیں عوام و خواص میں اسلام پر اور شریعت محمدیہ پر سختی سے عمل کرنے کا رجحان پیدا کریں۔ جب تک لوگوں میں تقویٰ اور خدا ترس اور نیکی کے جذبات زندہ نہیں ہوں گے تب تک لوگوں کا سیدھے راستے پر آنا اور برائیوں کو خیر باد کہنا بہت مشکل ہوگا۔ اگر گورنر صاحب یہ چاہتے ہیں۔ کہ ملک پاکستان ایک مثالی ملک بن جائے۔ اور امن کا گہوارہ بن جائے۔ تو ہر مسلمان کو قانون

(بقیہ بر صفحہ ...)

غلام رسول گوہر

نماز کی اہمیّت اور اس کی تاکید

آجکل اہل اسلام میں جہاں اور ان گنت خرابیاں اور برائیاں ہیں۔ جو رب تعالیٰ کے سخط و خشم کا موجب ہیں۔ وہاں ایک خرابی اور عالم گیر مرض ترک صلوٰۃ بھی ہے: اگر اسکا سروے کیا جائے تو مشکل سے۔ ایک ہزار سے چند افراد نماز کے پابند نکلیں گے۔ مسلمانوں کے اکثر گھر ایسے ہیں۔ جن میں بمشکل کوئی ایک آدھ نمازی ہو: ورنہ گھروں کے گھر نمازیوں سے خالی پڑے ہیں: مسجدوں میں پانچ وقت آذان ہوتی ہے۔ مگر محلہ کے چند افراد نماز کے لئے آتے ہیں اور مسجدوں کا اکثر حصہ نمازیوں سے خالی رہتا ہے۔ بڑی مشکل سے دو تین صفیں ہوتی ہیں اور ان میں بھی کچھ تعداد بچوں کی شامل ہوتی ہے۔ اور یہ حالت بھی کل مسجدوں کی نہیں۔ بلکہ بعض قلیل مسجدیں ایسی ہیں۔ جن میں اتنے نمازی جمع ہوجاتے ہیں: وہ بھی شام اور عشاء کی نمازوں میں۔ ورنہ اکثر مسجدیں ایسی ہیں کہ ان میں اتنے نمازی بھی نہیں ہوتے: اگر نماز کی فرضیت اور اس کی اہمیّت اور تاکید کو دیکھا جائے: جو قرآن وحدیث میں ہے تو آذان کے بعد بازاروں اور دکانوں پر کوئی آدمی نظر نہ آتے۔ سب قریبی مسجد میں آذان سنکر آجاتیں: مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔: مسلمان اور ان کے فرزند بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں دوکاندار دوکانوں پر بیٹھے اپنا کام کرتے رہتے۔ گویا یہ مسلمان نہیں یا ان پر نماز فرض نہیں: زندگی کے جس شعبہ کا بھی جائزہ لیا جائے۔ تو نماز کا عدم ہی نظر آتا ہے۔ بسیں چل رہی ہیں: نماز کا وقت آتا ہے: اور گذر جاتا ہے۔ مگر ان میں کوئی نمازی نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی ایک دو ہوتے ہیں۔ تو وہاں بیٹھے بیٹھے استقبال قبلہ میسّر ہو یا نہ ہو۔ جس طرح ممکن ہوتا ہے۔ نماز کو خراب کرلیتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ نماز کا بوجھ سر سے اتر گیا حالانکہ قیام قرار علی الارض اور استقبال قبلہ صحت نماز کے لئے ضروری ہے۔ اگر تمام مسافر اور ڈرائیور اور کنڈیکٹر سب مسلمان ہوں اور نمازی ہوں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ جہاں نماز کا وقت آجائے وہاں بس کو ایک طرف روک کر باجماعت نماز ادا نہ کریں۔ چند منٹوں میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر نماز کے وقت پر بس کو روک کر نمازیوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ لیکن اس کی طرف نہ حکومت کی توجہ ہے اور نہ بس سروس والوں کی حالانکہ اپنی حاجت کے لئے اگر یہ چاہیں تو گھنٹہ پون گھنٹہ بس کو روک رکھیں۔ اور مسافروں کے چیخنے چلانے کی بھی پرواہ نہ کریں۔ اگر ہمارے ریڈیو اسٹیشن کو دیکھا جائے۔ تو جس وقت نمازوں کے لئے آذان ہو رہی ہوتی ہے۔ وہاں سے گیت اور غزلیں گائی جارہی ہوتی ہیں۔ اور اپنا پروگرام پورا کرنے میں مصروف ہیں۔ کیا اس محکمہ کے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو نماز کیوں نہیں پڑھتے اور نماز کے وقت پر ریڈیو کیوں بند نہیں کرتے۔ جمعہ کے روز جس وقت مسلمان جمعہ کی

نماز اور خطبہ سننے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی ریڈیو اپنے کام میں لگا ہوتا ہے۔ کیا ان پر نماز جمعہ فرض نہیں۔ اگر ہے تو کیوں اس وقت ریڈیو بند نہیں کرتے۔ صرف ریڈیو سے قرآن حکیم کی تلاوت اور نعتوں کا پروگرام نشر کرنے سے ہی مسلمان ہونے کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ حکام اور افسروں پر بھی ایک نظر ڈالئے اور ان میں جو نماز کے پابند ہیں۔ ان کی فہرست تیار کیجئے۔ تو معلوم ہوگا کہ ان میں بھی نمازی آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ بلکہ جو بہت اونچے حاکم اور افسر ہیں ان میں سوائے اقل قلیل کے نماز پڑھنے کو باعث عار سمجھتے ہیں۔ اور مسجد میں آکر مسلمانوں کے کاندھے سے کاندھا ملا کر ایک صف میں دربار خداوندی میں حاضر ہونے کو اپنی توہین اور سبکی تصور کرتے ہیں۔ کالجوں اور سکولوں اور بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور کچہریوں کے ماحول کا بھی سیر کیجئے۔ وہاں بھی نمازیوں کی قلت کے سوا آپ کچھ نہیں پائیں گے۔ آج دنیا کا نقشہ ہی بدلا ہے۔ اگر حاکم ہیں تو بے نماز طلبا ہیں تو بے نماز۔ استاذ و معلم ہیں تو بے نماز۔ کاریگر اور مزدور ہیں تو بے نماز۔ تاجر اور بیوپاری ہیں تو بے نماز۔ مقرر و لیکچرار ہیں تو بے نماز۔ اخبار نویس ہیں تو بے نماز۔ لیڈر ہیں تو بے نماز۔ شعرا ہیں تو بے نماز۔ ادیب و اہل قلم اور مصنف ہیں تو بے نماز۔ غرض کہ چھوٹے بڑے سبھی بے نماز ہیں۔ الا ماشاء اللہ

قرون اولیٰ کے مسلمان امن کا زمانہ تو کہیں رہ گیا۔ میدان جنگ میں بھی نماز قضا نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا۔ نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

نماز ہی وہ عبادت ہے۔ جو ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہے۔ اس کا ذکر قرآن حکیم میں پورے سات سو جگہ آیا ہے۔ ایک جگہ اس طرح فرمایا ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ تم نماز قائم کرو اور مشرکوں سے نہ ہوؤ۔ اس میں ترک نماز کو مشرکوں کی علامت قرار دیا ہے۔ پوری اسلامی دنیا میں۔ سوائے کافروں کے کوئی تارک نماز نہیں ہونا چاہیئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الصلوٰۃ عماد الدین من اقامها فقد اقام الدین ومن ترکها فقد هدم الدین۔

نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے اس کو چھوڑا بیشک اس نے دین کو گرایا۔ من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر۔ جس نے جان کر ایک نماز چھوڑی اس نے بے شک کفر کیا۔ ایک حدیث میں ہے۔ عری الاسلام وقواعد الدین ثلاث۔ علیهن اسس الاسلام من ترک واحدة منهن فهو بها کافر حلال الدم۔ شهادة ان لا اله الا الله۔ والصلوٰۃ المکتوبة وصوم رمضان۔ اسلام کا دستہ اور دین کی بنیاد تین چیزیں ہیں انہیں پر اسلام کی بنیاد ہے۔ جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دے پس وہ اس کے سبب کافر اور حلال الدم ہے۔ یعنی شرعاً قاضی کے فتویٰ سے حکومت کے لئے اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ یہی مذہب

ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ... ہمارا امام صاحب کا قول ہے۔ تارک نماز کو قید کیا جائے۔ یہاں تک کہ توبہ کرے یا وہیں مر جائے وہ تین چیزیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور پنجگانہ نماز کو قائم کرنا ہے۔ اور رمضان کا روزہ رکھنا ہے ایک رعایت میں ہے۔ جو کوئی ان میں سے کسی کو ترک کرے اس کی نیکی قبول نہیں۔ ترمذی نے نقل کیا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں ترک نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت ہے۔ من لم یصل فہو کافر جو کوئی نماز نہ پڑھے۔ پس وہ کافر ہے۔ حکومتوں کو چاہیئے کہ جس طرح وہ قانونی طور پر دیگر کئی ایک جرائم کا انسداد کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ترک نماز کے جرم کا بھی انسداد کرے۔ اور جائزہ لے کہ پانچ وقت کتنے آدمیوں نے نماز ادا نہیں کی۔ ان کو اس پر سرزنش کی جائے اگر باز آجائیں تو بہتر ورنہ انہیں قید کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات سال کے بچوں تک کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اور دس سال عمر کو پہنچ کر نماز پڑھنے پر مارنے کا حکم دیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ترک صلوٰۃ جرم ہے۔ جس پر سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ اختیاری امر نہیں ہے۔ اسکا بجا لانا فرض عین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

یا معشر قریش لتقیمن الصلوٰۃ ولتؤتن الزکوٰۃ او لابعثن علیکم رجلاً فیضرب اعناقکم علی الدین۔

اے قریش کی جماعت تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو نہیں تو میں ایک آدمی کو تمہارے روبرو مقرر کرونگا۔ جو اس جرم میں تمہاری گردنیں مارے (ابوالدرداء) سے موقوفاً روایت ہے

لا ایمان لمن لا صلوٰۃ لہ ولا صلوٰۃ لمن لا وضوء لہ۔

جس کی نماز نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔ میرے بھائیوں۔ نماز کو قائم کرو۔ قیامت کے دن تمام اعمال سے پہلے ہم سے نماز ہی کا سوال ہوگا۔ سوچو کہ وہاں کیا جواب دوگے۔

بقیہ جنرل محمد موسیٰ کی خدمت میں ہدیہ تبریک

خداوندی کی مضبوط رسی محکم پکڑنی ہوگی۔ زنا۔ شراب سود۔ جوا۔ قتل۔ سرقہ۔ ڈاکہ وغیرہ اسلامی انداز کے مطابق بند کرنا ہوگا۔ جس اسلام نے عرب جیسے ڈاکوؤں۔ قاتلوں۔ چوروں۔ شرابیوں۔ قاتلوں۔ سود خواروں کو تقویٰ کے اس اونچے مقام تک پہنچا دیا کہ انکا کردار تمام دنیا کے لئے ایک مثال اور نمونہ بن کے رہ گیا کیا وہ اسلام آج پاکستانیوں کی برائیوں کو جو کہ کئی پشتوں سے مسلمان ہیں دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا؟

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گورنر کا سایہ ہم پر قائم رکھے اور ان کے عزائم میں ان کو کامیاب کرے

آمین

(گوہر)

خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔ (ادارہ)

زمزمۂ نعت

تمہیں پہ وار دی ہم نے ہر اک خوشی اپنی
الگ ہے سارے زمانے سے دل لگی اپنی

ہماری سمت بھی اے رحمتِ خدا کیجے
نگاہِ لطف و عنایت کبھی کبھی اپنی

میں ذکرِ حُسنِ ازل کر رہا ہوں نعتوں میں
مگر جو راگنی واعظ نے چھیڑ دی اپنی

بہت سے ظلم کئے ہم پہ اہلِ دُنیا نے
حضورؐ! آپ نے لیکن خبر نہ لی اپنی

سنا ہے مژدہ محمدؐ سے "فقر فخری" کا
کمالِ فقر میں مضمر ہے قیصری اپنی

زمانہ اہلِ دوَل کی روش پہ چلتا ہے
ہمیں تو بس ہے فقط جنسِ راستی اپنی

حضورؐ! آپ سے اور عرضِ حال، کیا معنی
اسی پہ ختم ہے محمود شاعری اپنی

راجہ رشید محمود

حضرت خواجہ باقی باللہ رح

ہیں دین و دنیا کے جب رازداں غریب نواز　　تو دیں گے نعمتِ ہر دو جہاں غریب نواز
مظاہرات کے سرِ نہاں کی روح ہیں وہ　　جہانِ علم و عمل کی ہیں جاں غریب نواز
فضائے محفلِ باطل نگار خانہ ہے　　اور اس فضا کی ہیں روحِ رواں غریب نواز
رجوع کیوں نہ کرے آپ کی طرف دنیا　　ہیں آپ رونقِ بزمِ جہاں غریب نواز
بہارِ خلد و شرابِ طہور بٹتی ہے　　مزارِ پاک ہے رشکِ جناں غریب نواز
ہر ایک لمحہ رہا ان کو دینِ حق کا خیال　　اس ایک غم سے رہے شادماں غریب نواز
ہمارے آئینہ دل کو بھی جلا بخشیں　　ہیں آپ رشکِ مہ آسماں غریب نواز

کوئی بھی آپ سا فریاد رس جہاں میں نہیں
سناؤں اپنی کسے داستاں غریب نواز

ہجومِ رنج میں آواز دوں تو کس کو دوں　　حضور ہی تو ہیں اک پاسباں غریب نواز
ہمارے حال پہ بھی لطف کی نظر کیجے　　نہیں جہاں میں کہیں بھی اماں غریب نواز

خدا گواہ چلوں گا میں سر کے بل تابشؔ
بلائیں اب جو سرِ آستاں غریب نواز

تابشؔ شجاع آبادی

اب سیہ کارانِ امت کیلئے کچھ غم نہیں

ہاں تصور کا تخیل کا کوئی عالم نہیں !
ذات باری کے لئے واللہ کیف وکم نہیں

صورت خم میں حضرت کے گیسو خم نہیں
اب سیہ کارانِ امت کیلئے کچھ غم نہیں

قبر میں اور حشر میں فضل خدا کچھ کم نہیں
حبیب محمد ہیں شفیع روز محشر غم نہیں

کیا بھلا ہوگا مشرف بزم روحانی سے جو
سائلِ کوثر نہیں جو طالبِ زمزم نہیں

شکر اللہ ہے پلائی ساقیٔ کوثر نے خوب
دیکھ لو کیا ہوگیا شرمندہ جام جم نہیں

قاب قوسین و دنیٰ ہے شان جن کی محترم
ان سے بڑھ کر حقتعالیٰ کا کوئی محرم نہیں

دوستو دیکھو دعائیں کس طرح ہوں مستجاب
ذہن ویراں، دل پریشاں دیدۂ پرنم نہیں

آل میں ہیں کون اور اصحاب ایسے کون ہیں
جو پیئے زخم جگر حاضر لئے مرہم نہیں

تم مئے صلِ علیٰ کے گھونٹ پیتے ہی رہو!
اب شفا ہے یہ سمجھ لو درد زہر غم نہیں

درد کاکوری

حافظ ذاکر دھلوی

سلطان ناصر الدین کی زندگی

سلاطین اسلام کا شخص و انفرادی جائزہ لینے کے لئے ہمیں سب سے پہلے کچھ ادوار متعین کرنے پڑیں گے اس دور میں اوّل جس کا تعلق خلافت راشدہ سے ہے سلاطین کی فہرست میں نہیں آتا ہے۔ دوسرا دور وہ ہے جس میں حاکمین خلفاء کا نام اختیار کر کے سامنے آئے۔ لیکن ان میں بھی بعض بعض اپنے مخصوص طرز حکومت کی وجہ سے سلاطین کہے جا سکتے ہیں۔ تیسرا دور البتہ ایسا ہے جس میں بیشتر حکمران سلاطین کہلاتے ان میں بعض یا بعض سے زاہد حکمران اگرچہ اسلام کے تقاضوں اور تعلقات کے خلاف نظام حکومت چلاتے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جنہیں! توفیق اور ہدایت عطا فرمائی وہ بادشاہ کہلانے کے باوجود اسلام کے تقاضوں اور تعلیمات سے بہرور رہے انہیں قدم قدم پر خوف خدا یوم قیامت کا احساس رہا ایک ایسے بادشاہ (بنام ناصر الدین محمود) کی حیات صالحہ کو یہاں تمثیلاً پیش کرنا مقصود ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ حقیقت میں التمش کے بڑے لڑکے کا نام ناصر الدین تھا اس بیٹے کا لکھنوتی میں انتقال ہوا اور اس حادثے کے بعد التمش کے گھر میں اس کا سب سے چھوٹا بیٹا پیدا ہوا التمش نے اپنے مرحوم فرزند اکبر کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے اس نومولود بیٹے کا نام ناصر الدین رکھا۔ التمش کی آرزو پوری ہوئی۔ اور ایک ایسا وقت آیا کہ اس کے بڑے بیٹے کی جگہ یہ چھوٹا بیٹا ناصر الدین کی تربیت و تعلیم کی طرف بڑی توجہ کی علاؤالدین مسعود کے عہد حکومت میں ناصر بہرائچ کا حاکم مقرر ہوا اس نے غیر مسلموں سے بڑی جنگیں کیں اور اپنے صوبے کو خوب معمور اور آباد کیا اس کے انصاف اور رعایا دوستی کی بڑی شہرت ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں اس نے بہت ہردلعزیزی حاصل کر لی حکمرانی اور عدل و انصاف میں ناصر الدین کی قابلیت دہلی کے ہر امیر اور معزز شخص پر ظاہر ہو گئی۔ جب علاؤالدین کی لاپرواہی اور ظلم و ستم کی وجہ سے امرائے سلطنت تنگ آ گئے تو انہوں نے ناصر الدین کو بہرائچ سے بلا کر تخت حکومت پر بٹھایا۔ اور علاؤالدین مسعود کو قید کر کے زنداں میں ڈال دیا۔ ناصر الدین نے اپنے باپ کی جگہ قصر سفید میں تخت حکومت پر جلوس کیا۔ یہ فرمانروا بہادری عبادت، ریاضت اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس نے اپنے ذاتی اخراجات کے لئے کبھی شاہی خزانے سے کوئی رقم نہیں لی وہ ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کے نسخے لکھتا اور ان کے بدلے جو کچھ حاصل ہوتا وہ اسی سے گذر بسر کرتا۔ ناصر الدین کو علماء اور صوفیا سے بڑی عقیدت تھی وہ ان

ہستیوں کی بڑی عزت و تعظیم کرتا تھا اہل دہنر دفن کا وہ بہت قدر شناس تھا اور ان کے مرتبے کے مطابق انہیں خلوت و انعام بخشتا بہت سے شعراء نے اس کی تخت نشینی کے وقت قصائد کہے اور انعام حاصل کئے۔ قاضی منہاج السراج جوزجانی زبانی مصنف۔ "طبقات ناصری" نے بھی اس موقع پر ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

آں خداوندے کہ حاتم بذل و رستم کوشش است
ناصر دنیا و دیں ابن التمش است !!!

انتظامات سلطنت:- ناصر الدین کے عہد حکومت میں وزارت کا عہدہ التمش کے محبوب غلام اور داماد غیاث الدین بلبن کے سپرد کیا گیا ناصر الدین نے بلبن کو خان اعظم الغ خاں کا خطاب عطا کیا۔ ناصر الدین حکومت کے تمام امور بلبن کی رائے سے انجام دیتا تھا۔ بلبن کے چچیرے بھائی شیر خان کو خان معظم کا خطاب دیا گیا اور اسے پنجاب اور ملتان کی صوبہ داری دی گئی اس تقرر کا مقصد یہ تھا کہ شیر خاں مغلوں کی ہنگامہ خیزیوں کے طوفان کی روک تھام کرے۔ جو اس وقت کابل قندھار، غزنی اور ہرات سے ہندوستان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے امڈا چلا آرہا تھا خان معظم شیر خاں نے اپنے فرائض کو بڑی خوبی سے سرانجام دیا اور بھٹنیر اور بھٹنڈہ کے مضبوط و مستحکم قلعے تعمیر کرکے مغلوں کی روک تھام کی۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب ناصر الدین نے بلبن کو اپنا وزیر مقرر کیا تو تنہائی میں لے جا کر اس سے کہا میں نے تمہیں اپنا نائب مقرر کیا ہے اور خدا کی مخلوق پر حکمراں بنایا ہے تم کبھی کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ مجھے خداوند تعالیٰ کے سامنے جوابدہ اور شرمندہ ہونا پڑے۔ بلبن نے نیابت کے کچھ ایسے مضبوط سخت اور مستحکم اصول وقوانین بنائے کہ اصل اقتدار اسی کے ہاتھ میں آگیا امراء اور ارکان حکومت میں اتنی قدرت نہ رہی کہ وہ اس کے کاموں میں دخل دیتے۔

نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کے دو نسخے کتابت کرتا تھا۔ ان کا ہدیہ جو ملتا تھا اس سے وہ اپنے کھانے پینے کا سامان خریدتا تھا ایک بار ایک امیر نے بادشاہ کے ہاتھ کے لکھے قرآن شریف کو معمول سے زیادہ ہدیہ پر لیا۔ بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے حکم دیا کہ آئندہ سے اس کے لکھے ہوئے قرآن خفیہ طور پر نہیں بلکہ عام اور رائج الوقت قیمت پر ہدیہ کئے جائیں۔ ناصر الدین کے گھر میں اس کی بیوی کے علاوہ کوئی خادمہ یا کنیز وغیرہ نہ تھی جو گھر کا کام کاج کرتی ملکہ بیچاری خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی اور گھر کے دوسرے کام انجام دیتی ایک روز ملکہ نے ناصر الدین سے کہا کہ روٹی پکاتے پکاتے میرے ہاتھوں میں سوزش ہوگئی ہے۔ اگر کام کے لئے کوئی لونڈی خرید لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ناصر الدین نے ملکہ کو جواب دیا۔ سرکاری خزانہ پر صرف رعایا کا حق ہے مجھے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنے ذاتی آرام و آسائش کے لئے اس مال سے کچھ روپیہ لے کر لونڈی اپنے لئے خریدوں تمہیں دنیا کی تکلیفوں پر صبر کرنا چاہئے خدا اس کا بدلہ تمہیں آخرت میں دے گا۔

ایک روز ایک فقیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت بادشاہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس فقیر کی نظر قرآن شریف کے ایک ایسے صفحے پر پڑی جہاں "فیہ فیہ" دوبار لکھا ہوا تھا۔ اس فقیر نے بادشاہ سے کہا اس جگہ ایک "فیہ"

مسلسل

سوانحعمری حضرت امیرِ ملّت

ایک دن حضور نظام کے ملازموں نے جو کھانا لیکر آتے تھے کہا کہ حضور نظام نے فرمایا ہے کہ لسی کا استعمال نہ کیا کریں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی محمد لوٹا صاحب کو حکم دیا کہ حضور نظام کا حکم ہے کہ لسی نہ بنایا کریں۔ ان کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ اسلئے لسی نہ بنایا کریں۔ دوسرے دن انہی ملازموں نے عرض کی کہ حضور نظام فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس لئے یہ عرض نہیں کیا کہ حضور کو لسی پینے سے منع کر دوں۔ بلکہ اسلئے کہا ہے کہ شاید آپ کو تکلیف نہ دے۔ اگر حضور استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ تو بیشک استعمال کریں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی محمد لوٹا صاحب کو پکار کر کہا کہ لسی تیار کرو ۔۔ حضور نظام نے اجازت دیدی ہے۔ فرمایا حضور نظام سے عرض کر دینا کہ لسی کو سفید زہر کہا جاتا تھا ۔ انگریزوں نے دیکھا کہ سرگودہا ۔ لائل پور وغیرہ کے لوگ بہت جسیم اور طاقتور ہیں انکی وجہ کیا ہے۔ تحقیقات کی گئی کہ ان کی خوراک کیا ہے معلوم ہوا کہ لسی پیتے ہیں۔ چنانچہ لسی کا کیمیائی تجزیہ کیا گیا اور ثابت ہوا کہ لسی بہت مفید اجزا سے مرکب ہے۔

۷ ۔ موسم گرما کی تعطیلات میں حاضر خدمت ہوا کرتا تھا ۔ تو مکتوبات کا کام میرے سپرد کر دیا جاتا۔ خطوط پڑھ کر سنایا کرتا اور حسب الارشاد جواب دیدیا کرتا ۔ ایک دفعہ سنی بنک میں ایک یار طریقت کا خط آیا ۔ جس میں ختم شریف خواجگان رحمۃ اللہ کی ترکیب دریافت کی گئی تھی ۔ فرمایا لکھدو میاں نے ترکیب لکھ کر پیش کی حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کے بعد سورہ فاتحہ کی بجائے درود شریف اور اس کے بعد سورہ فاتحہ اپنے قلم سے لکھدیا ۔ فرمایا اصول یہ ہے۔ کہ سورہ فاتحہ سے شروع کرو اور سورہ فاتحہ پر ختم کرو ۔ اس لئے آخر میں سورۃ فاتحہ ۔ درود شریف کے بعد پڑھی جانی چاہیئے ۔ نیز فرمایا کہ ختم شریف میں ۔ جو سورتیں پڑھی جائیں ان میں ہر سورت کے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیئے اور جو آیات پڑھی جائیں ۔ ان کے ساتھ صرف پہلی بار بسم اللہ پڑھی جائے ۔ ہر بار بسم اللہ نہیں پڑھی جائیگی ۔

۸ ۔ ایک دفعہ میں بمبئی میں جا رہا تھا ۔ کہ میرے ایک ہم سبق نے مجھے دیکھا ۔ اور پکارا جماعت علی یاران طریقت نے برا منایا فرمایا کہ والدین کے بعد یہ شخص ہے ۔ جس نے مجھے میرے نام سے پکارا ہے ۔ باقی سب القاب و آداب استعمال کرتے ہیں ۔ اس کو میرا کہنے کی ضرورت نہیں ۔ اس کو ہمراہ لیا اس کے ساتھ شفقت فرمائی ۔

۹ ۔ فرمایا سفر حجاز میں ایک مولوی صاحب مغرب کی نماز کے وقت بہت جلدی کیا کرتے ۔ میں نے کہا مولوی صاحب یہ تو فرمادیں

کہ پہلے روزہ افطار کیا جاتا ہے یا نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس نے کہا اس کا وقت سے کیا تعلق۔ میں نے کہا میرے سوال کا جواب دو تو بتاؤں اس نے کہا کہ پہلے روزہ افطار کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واتموا الصیام الی اللیل روزہ کو لیل یعنی رات تک پورا کرو۔ لیل کا لفظ صادق آئے۔ تو روزہ افطار کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد نماز کا وقت ہوگا۔ ابھی دن کی روشنی موجود ہے اور تم جلدی کر رہے ہو ذرا تاریکی ہونے دو۔ اس پر وہ چپ ہوگیا۔ اور پھر جلدی نہ کی۔

۱۰۔ میں نے حیدرآباد دکن سے واپس آیا۔ تو اپنی کے سفر کے متعلق میں نے کوئی عریضہ نہ لکھا۔ اس کے بعد جب حاضر ہوا تو فرمایا۔ مولوی تو نے حیدرآباد سے واپسی کے متعلق کچھ بھی نہ لکھا کوئی تکلیف تو نہ ہوئی تھی میں نے عرض کی حضور قبلہ عالم پر بخوبی روشن ہے۔ فرمایا مولوی شریعت ظاہر ہے خط ضرور لکھنا چاہئے۔

۱۱۔ فرمایا تمام لوگ روپیہ جمع کرنا چاہتے ہیں یہ مسئلہ سب نے غلط سمجھا۔ اور جتنی چیزیں ہیں اپنے پاس ہوں تو کام آتی ہیں۔ برتن کپڑا وغیرہ پاس ہوں۔ تو کام آتے ہیں لیکن روپیہ پیسہ ایسی چیز ہے کہ اپنے پاس ہو تو کام نہیں آتی اسی طرح سونا چاندی وغیرہ جب تک اپنے پاس ہیں وہ برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر کے مصداق کام نہیں آتے یہ اس وقت کام آتے ہیں۔ جب دوسرے کے پاس جاتیں روپیہ سونا چاندی وغیرہ کسی کو دے کر اپنی ضرورت کی چیز حاصل کروگے اور وہ چیز کام آئیگی اور اس وقت ملیگی جب تم روپیہ کو جدا کروگے اس لئے روپیہ پیسہ سونا چاندی جمع کرنے کی چیزیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تمام قرآن مجید دیکھ لو۔ کہیں اکنزوا کا لفظ نہیں ملیگا۔ جابجا انفقوا کا حکم ملیگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ روپیہ پیسہ جمع کرنے کی چیز نہیں ہے خرچ کرنے کی چیز ہے اسے خرچ کرنا چاہیئے۔

۱۲۔ فرمایا ایک جولاہے کو کپڑا بننے کے لئے رچھ کی ضرورت ہوئی اس نے دوسرے جولاہے سے رچھ قرض لیا اور سوچا کہ معلوم نہیں وہ کب واپس مانگ لے اس نے دن رات ایک کرکے تمام کپڑا فوراً تیار کر لیا۔ اتنے میں مالک نے رچھ مانگ لیا۔ اس نے فوراً واپس کر دیا۔ اس سے کیا سبق ملا۔

ع۔ رچھ پرایا کارج اپنا دات لیئں دن چار

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ جسم وجان اس لئے دیا ہے کہ ہم نیک عمل کرکے اطاعت خدا و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرکے اعمال صالحہ کا کپڑا تیار کرلیں۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ یہ جسم وجان ہم سے کب طلب کرلیا جائیگا اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اس جسم کو عبادت وریاضت میں استعمال کرکے اعمال صالحہ کا کپڑا تیار کریں۔ تاکہ جب یہ جسم وجان واپس لئے جائیں۔ تو اس وقت ہمارے اعمال صالحہ کا کپڑا ہمارے پاس تیار موجود ہو۔ اس مسئلہ میں بھی لوگ غلطی پر ہیں وہ جسم کو موٹا کرنے اور پالنے میں کوشاں رہتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ جسم کس لئے دیا گیا ہے۔ اور آخر اسے قبر میں مٹی اور کیڑے کھائیں گے۔

۱۳۔ فرمایا دین اور دنیا کے کام اکھٹے آجائیں تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دنیا کے کام بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایک شخص کا اونٹ گم ہوگیا اور کھیت میں پانی دینے کی باری بھی آگئی۔ نماز جمعہ کا وقت تھا۔ اس نے سوچا اگر

اونٹ کی تلاش میں جاتا ہوں تو نماز بھی جاتی ہے اور کھیت بھی خشک رہتا ہے۔ کھیت کی طرف جاتا ہوں تو اونٹ بھی جاتا ہے۔ اور بھی نماز بھی جاتی ہے۔ اس نے یہ مسئلہ سنا ہوا تھا اس نے کہا نماز نہیں چھوڑتے۔ وہ اطمینان کے ساتھ نماز کے لئے چلا گیا۔ تسلی خاطر سے نماز پڑھی نماز پڑھ کر گھر آیا تو دیکھا۔ کہ اونٹ موجود ہے۔ بیوی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کے پیچھے دو شیر تھے۔ وہ اسے بھگا کر لا رہے تھے جب یہ اندر آگیا میں نے اسے باندھ لیا۔ تو شیر واپس چلے گئے۔ اس نے کہا کہ ایک کام تو اللہ تعالیٰ نے نماز کی برکت سے کر دیا۔ اب کھیت کی خبر لوں۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ کھیت لبالب بھرا ہے ساتھ والے زمینداروں سے پوچھا اس نے جواب دیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا کھیت سیراب کر دیا۔ اس نے کہا کہ نہ تو بارش ہوئی اور نہ سیلاب آیا۔ خدا نے کیسے سیراب کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں نے تمہارے نہ آنے کی وجہ اپنے کھیت میں پانی لگا دیا۔ جو شخص پانی کی نگرانی کے لئے مقرر تھا۔ وہ سو گیا اور تمام پانی تمہارے کھیت میں جاتا رہا۔ وہ اس وقت جاگا۔ جب تمہارا کھیت سیراب ہو چکا تھا اس طرح خدا تعالیٰ نے تمہارا کھیت سیراب کیا۔ اس شخص نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے نماز کی برکت سے اس کے دنیا کے دونوں کام سنوار دئے۔

۱۴۔ فرمایا ایک بزرگ گذرے ہیں ان کا شعر ہے۔

وتا کھاندے رب دا کہندے کھا دا کھٹ
انہیں گلیں سنہریا جاندے چوڑ چپٹ!
جے جو لیگا نے دیگا کھان نوں نہیں تاں بھٹی لگا مار
دو نہیں گلیں سنتھریا سانوں موج بہار

۱۵۔ فرمایا میں نے حفیظ جالندھری سے کہا کہ تمہارا ایک شعر مجھے بہت پسند آیا اس نے دریافت کیا۔ تو میں نے کہا۔ وہ شعر یہ ہے۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر حجر اسود کے!
یہاں کے پتھروں نے قدم چومے ہیں محمد کے

اس نے سن کر کہا کہ میری نجات کے لئے کافی ہے۔

۱۶۔ فرمایا جن دنوں میں گلستان پڑھتا تھا۔ استاد صاحب نے یہ شعر پڑھایا۔

رزق ہر چند بیگمان برسد
شرط عقل است جُستن از درہا

انہوں نے لفظ جستن۔ جیم کی پیش سے پڑھایا۔ یعنی رزق کو تلاش کرنا شرط عقل ہے۔

استاد صاحب کے بھائی صوفی تھے۔ وہ سن رہے تھے انہوں نے کہا شاہ صاحب مولوی غلط پڑھا رہا ہے۔ اس طرح نہ پڑھیں لفظ جُستن نہیں ہے جَستن ہے۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ رزق تو بلا شک پہنچیگا اس لئے دروازوں سے تلاش کرنا کیا معنی دروازوں پر سے کود کر گذر جاتا ہے۔ صرف ایک در ہے جہاں سے رزق ملتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہے۔

۱۷۔ فرمایا مراقبہ کیا ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی!

۱۸۔ فرمایا حضرت بلھے شاہ کا رحمۃ اللہ علیہ قصوری اپنے پیر مرشد شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ ارائیں تھے اور پنیری اکھیڑ رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔

بلھیا اللہ دا کی پاؤنا!
ایدھروں پٹنا اودھر لاؤنا

یعنی جسطرح پنیری ادہر سے اکھیڑکر ادہر لگادی جاتی ہے اسی طرح اس دنیا سے دل کو ہٹا کر اور اللہ کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔

۱۹ - ۱۹۲۵ء میں حزب الاحناف لاہور کے جلسے میں علمائے کرام نے ظفر علی خان کا یہ شعر پیش کیا اور کہا کہ وہ کافر ہے۔

جو مولوی نہ ملیگا تو ملاوی ہی سہی
خدا خدا نہ سہی رام رام کرلیں گے

حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا - اسے موقعہ دینا چاہیئے - کہ یا تو اس کی تاویل کرے یا توبہ اگر نہ کرے تو پھر فتوی دیا جاسکتا ہے - چنانچہ معاملا چھوڑ دیا گیا - اس کے باوجود ظفر علی نے اخبار میں لکھدیا - کہ مولویوں نے فتوی دیا ہے کہ ظفر علی کافر اس کے اخبار کے پڑھنے والے کافر خریدنے والے کافر ان کو کافر نہ سمجھنے والے کافر۔

حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے خود اس کے پاس وفد بھیجا - لیکن اس نے معقول جواب نہ دیا اس پر کافی عرصہ گذر گیا - تو حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے علی پور شریف کے عرس شریف کے موقعہ پر زمیندار سے بائیکاٹ کا حکم فرمایا۔

۲۰ - فرمایا سیدہ کا نکاح غیر سید سے نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اس قدر گستاخ اور بے ادب نہیں کہ نمازوں میں تو آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں اور پھر سیدہ کو منکوحہ بناتے ہیں ہیں - کیا یہی ایمان اور محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

بقیہ زہد کیا ہے؟

اللہ کے ذکر کے اور جو اس کے قریب ہے: اور سوائے عالم کے یا متعلم کے:

ابوموسیٰ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا کو محبوب جانا اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا: اور جس نے آخرت کو محبوب بنایا۔ اس نے اپنی دنیا کو ضرور پہنچایا۔

(باقی آئندہ)

مضمون نگار حضرات سے

اپنے اپنے رشحات قلم خوشخط لکھ کر بھیجا کریں!

(ادارہ)

حالانکہ ہمارے اسلاف کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی

سعادت بڑی اس زمانہ کی یہ تھی!
کہ جھکتی تھی گردن نصیحت پہ سب کی
نہ کرتے تھے خود قول حق سے خاموشی
نہ لگتی تھی حق کی انہیں بات کڑوی
غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا
خلیفہ سے لڑتی تھی ایک ایک بڑھیا

یہ وہ سوسائٹی تھی کہ کلمہ حق پہنچا۔ اور گردنیں جھک گئیں یہی اسلام تھا۔ جس کے معنی گردن جھکا دینے کے ہیں اس کے برخلاف آج کوئی چیز ہماری طبیعت کے خلاف ہوتی ہے تو خواہ کتنے ہی دلائل دیئے جائیں۔ ہم ان کو رد کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اس لئے بہت احادیث کو ساقط الاعتبار سمجھتے اور قرآن کی غلط تفسیر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ ہم اپنی خوشیوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے۔ پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ جتنے حضرات بھی آپ کو عورتوں کے حقوق کے علمبردار ملتے ہیں۔ اگر آپ ان کی زندگیوں پر نظر ڈالیں۔ ایسے افراد شاذ ہی نکلیں گے جو ایثار و قربانی کے پیکر ہوں، قومی ہمدردی کے جذبات سے ان کے دل معمور ہوں۔ بلکہ بالعموم وہ اشخاص ہوں گے۔ جو اپنی ہوس کا شکار ہیں۔ اور اپنی ہوس رانیوں کے سامان بہم پہونچانے میں مصروف ہیں۔ یہ کسی خلوص کے جذبہ کے ساتھ یہ کام اختیار نہیں کر رہے۔ ایک ایک ملک کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے اور پھر ان افراد کی زندگیوں پر نگاہ دوڑائیے جو تحریک آزادی نسواں میں پیش پیش رہتے ہیں تو آپ کو میرے قول کی صداقت کا یقین ہو جائیگا۔ یہ افراد عورتوں کی فکر میں نہیں گھل رہے ہیں۔ یہ تو عورتوں کو مطلوب کی بجائے طالب بنا رہے ہیں۔ یہ عورتوں کو پردہ سے باہر نکالنے میں انکی ارزانی کرتے ہیں۔ آج ہر شعبہ میں آپ کو عورت نظر آتی ہے اور عورت یہ سمجھتی ہے کہ وہ ترقی کر رہی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی کہ اس کو ارزاں کر دیا گیا ہے۔ وہ ہر دوکان دار کی زینت ہے۔ وہ شوقین گاہکوں کو بلانے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔ اور سچ پوچھئے تو وہ خود بھی طالب بنا دی گئی ہے ان حضرات نے عورت کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر اس کو زندگی کی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے جہاں وہ مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ نہ بچہ جننے سے بچ سکتی ہے اور نہ ایام ماہواری کی مصیبتوں سے گویا وہ بوجھ جو قدرت نے عورتوں پر ڈالا تھا اس میں ہم نے اضافہ کر دیا ہے۔ یہ مزید بوجھ عورت کی طاقت سے یقیناً زیادہ ہے۔ لیکن وہ بے خبر ہے۔

میں عرض کر رہا تھا۔ کہ اس پر نہ جائیے۔ کہ فلاں صاحب عورتوں کے حقوق کے علمبردار ہیں۔ اور عورتوں کو رائے دہندگی کا حق دلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق کی کسی کو پرواہ نہیں پرواہ ہے تو اپنی ہوس کے لئے مواقع تلاش کرنے کی۔

اسلام نے احتیاط سے منع کیا ہے۔ کہ غیر مرد اور عورت ایک ساتھ نہ بیٹھیں اور اس کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ بات یہ ہے کہ خالق انسان ہی انسانی فطرت سے واقف ہو سکتا ہے۔ جس نے انسانوں کو بنایا ہے۔ وہ ہی جانتا ہے۔ کہ جب ایک مرد اور عورت ایک جگہ ہوتے ہیں۔ تو منفی اور مثبت کی طرح ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے یہ مادہ ودیعت کیا ہے۔ تاکہ نسل انسانی کا سلسلہ قائم رہے

لہذا اسلام نے نہ صرف حرامکاری کو حرام قرار دیا ہے۔ بلکہ وہ تمام راستے بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس سے ایک انسان حرام کاری پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ انسان اپنی شہوت سے ہی تو نفع تحفظ سے محروم ہو جاتا ہے۔ لہذا اسلام ان تمام مواقع سے ہم کو روکتا ہے۔ جن کا آخری نتیجہ حرام کاری پر منتج ہوتا ہے جہاں ایک مرد اور عورت یکجا ہوتے ہیں۔ وہاں تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔ یہ مشہور مثل ہے اور صحیح الجسم انسانوں پر صادق آتی ہے۔ اسلام نے ہر ایسی چیز سے منع کیا ہے۔ جو آگے چل کر فتنہ کا باعث ہو سکتی ہے۔ مثلاً اسلام نے بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے روکا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ علاوہ اور مصلحتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ ممکن ہے کوئی غیر عورت کسی حالت میں ہو اور اس سے آمنا سامنا ہو جائے جس سے فتنہ کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ لہذا اسلام نے ساے راستے بند کر دیتے ہیں۔ جو زنا کا موجب ہو سکتے ہیں۔

(اے ایمان والو۔ تمہارے غلاموں کو اور ان کو جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے۔ ان تینوں وقتوں میں اجازت لے لینا چاہئیے ۱۔ نماز صبح سے پہلے ۲۔ وہ جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو ۳۔ اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ کے۔ ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے۔ اور نہ ان پر کچھ الزام ہے۔ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے ہیں۔ کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا۔ خوب حکمت والا ہے۔ اور جس وقت تمہارے لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو انکو بھی اسی طرح اجازت لے لینا چاہئے جیسا ان سے اگلے لوگ با اجازت لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے (فرقان حمید)

والقواعد من النسا التی لا یرجون نکاحًا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر متبرجات بزینة وان یستعففن خیر لهن - واللہ سمیع علیم۔

(اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو۔ ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں۔ بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں اور اس سے احتیاط رکھیں تو ان کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے) فرقان حمید)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک آنکھ جو نظر بد سے دیکھے زانیہ (زنا کار ہے) اور جو عورت خوشبو مل کر کسی مجلس کے پاس سے گزرتی ہے۔ تو وہ ایسی اور ایسی یعنی زانیہ ہے۔

اگرچہ زنا نہیں کیا مگر اس فعل سے دوسروں کو مائل کرنا۔ یہ بھی زنا کا راستہ دکھانا ہے۔ اسلام نے یہ سب راستے بند کر دیتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں دونوں کو

حکم ہے۔ کہ آنکھیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ آپ دیکھیں کہ مرد عورتوں دونوں کیلئے ایک ہی اخلاقی قید ہے مرد اور عورتوں کیلئے دو معیار نہیں۔ لیکن ہماری سوسائٹی نے تو مردوں کو کھلی چھٹی دی ہے۔ اور عورتوں کی ایک بھی لغزش برداشت نہیں کی جاتی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوتی تھی کہ اتنے میں ابن ام مکتوم (جو ایک جلیل القدر نابینا صحابی تھے) آئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ اس پر میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں۔ کہ ہمیں نہیں دیکھتے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم دونوں تو اندھی نہیں ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں۔

یورپ کی تہذیب آپ کے سامنے ہے۔ بظاہر آپ کو بہت چمکدار نظر آئے گی۔ لیکن ذرا غور سے! دیکھئے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس کی وجہ سے نہ دلوں میں اطمینان ہے۔ اور نہ انسان کو راحت اور سکون حاصل ہے۔ ان کے مفکر خود وہ اپنی اس تہذیب پر رو رہے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو وہ ہی راستہ پسند ہے تو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ جو چیز ظاہر میں خوشنما اور دیدہ زیب ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ اندر سے بھی اچھی ہو۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

از بیروں چوں گور کافر پر حلل
وز درون قہر خدائے عزوجل

از بیرون طعنہ زنی بر بایزید
وز درونت ننگ می دارد یزید

دیکھنے میں باہر سے ایسی ہے۔ جیسے کافر کی قبر اور صاف ستھری۔ لیکن اندر قہر خدا سے بھرپور۔ باہر سے معلوم ہوتا ہے کہ بایزید پر بھی طعنہ رکھے۔ یعنی ان کا مقابلہ کرے۔ لیکن اندر سے حالت یہ ہے کہ یزید کو بھی اس سے ننگ آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو باہر سے نظر آتا ہے۔ وہ بالعموم اندر سے ویسا نہیں ہوتا۔ آپ یورپ کی تہذیب دیکھیں۔ ان کی حالت پڑھیں۔ اور پھر سوچیں۔ کہ شریعت نے جن چیزوں سے منع کیا ہے۔ کیا وہ واقعی سوسائٹی کے فائدہ کی ہیں یا نہیں۔ کیا زندگی کے بیشتر فتنوں کی ابتدا مرد اور عورت کے بے محابانہ اختلاط سے نہیں ہوتی؟ اخباروں کی زینت قتل کے واقعات بنتے ہیں، قومی دولت اور وقت مقدمہ بازیوں میں صرف ہوتا ہے۔ کتنے خاندان تباہ و برباد ہوتے ہیں اور دشمنوں کا سلسلہ ایک نسل سے دوسری نسل تک پہونچتا ہے ان سب کی تہہ میں پچاس فیصدی سے زیادہ شہوت کی کارفرمائیاں نظر آئیں گی۔ حقیقتاً دو برتن ہیں۔ ایک جب خالی ہوتا ہے۔ تو انسان گناہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور دوسرا جب بھر جاتا ہے۔ تو اس کے خالی کرنے کے لئے گناہ کا راستہ کرتا ہے۔ ایک پیٹ ہے اور دوسرا اس کا پڑوسی فرج۔ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

(وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

(بشکریہ وفاق کراچی)

سعید اقبال

اسلام سے مذاق نہ کیجئے

۱۸ جولائی ۶۶ء کے پاکستان ٹائمز میں موسیقی اور رقص کے جواز کے بارے میں محترم زینو صاحب کے خیالات اور استدلال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ فاضل کالم نویس نے اپنی اس تحریر میں موجودہ رقص اور موسیقی کے جواز میں امام حجۃ الاسلام ابو حامد الغزالی کی۔ کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ ناچیز کو موسیقی کے موضوع پر وہ کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کتاب کا نام بوارق الالماع ہے جسے ایک انگریز مستشرق جیمز رابسن نے طبع کیا ہے۔ جو گلاسگو یونیورسٹی میں عربی کا استاد ہے۔ اس شخص نے اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ بہت پڑتال کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا اس کتاب کو کسی شخص نے امام ابو حامد الغزالی کی طرف بھی منسوب کیا ہے جو زینو صاحب نے امام ابو حامد کی تصنیف بتایا ہے۔ کیونکہ سب لکھنے والوں نے اسے ابوالفتوح احمد بن محمد الطوسی الغزالی کی تصنیف بتایا ہے اور خود مصنف نے بھی تو کتاب کے شروع میں اپنا نام تحریر کیا ہے۔ جہاں وہ کہتا ہے۔

یقول عبداللہ المفتقر الی اللہ فیض فضل اللہ تعالیٰ الملتجی الی جناب اللہ احمد بن محمد بن محمد الطوسی الغزالی۔ ۔ ۔ ۔ (بوارق الالماع صفحہ ۱۲۰)

ہر واقف حال جانتا ہے۔ کہ امام ابو حامد الغزالی کا نام محمد بن محمد الغزالی الطوسی ہے۔ یہ احمد بن احمد امام ابو حامد غزالی کا بھائی تھا۔ زینو صاحب نے یا تو اس کتاب کو پڑھا ہی نہیں اور سنی سنائی بات پر مضمون لکھ دیا اور اگر پڑھا بھی ہے تو صرف اس حصے کو جس سے وہ اپنا مقصد حل کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ اگر وہ اس کے ابتدائی چند ایک صفحے پڑھ لیتے۔ تو کوئی وجہ نہیں تھی۔ کہ وہ اس قسم کی فاش غلطی کرتے اور اگر مندرجہ بالا دونوں قیاس غلط ہوں۔ تو پھر بھی کہا جا سکتا ہے کہ زینو صاحب نے عمداً احمد غزالی کی کتاب حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی کی طرف منسوب کی ہے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے۔ کہ امام محمد الغزالی کو جمہور اہل اسلام عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر احمد الغزالی کو کوئی جانتا تک نہیں۔ یہ بزرگان دین پر ایک افترا ہے جو بجائے خود ایک گناہ ہے۔

جہاں تک امام ابو حامد الغزالی کا تعلق ہے موسیقی پر ان کی کسی کتاب کا ذکر آج تک تو نظر سے گذرا نہیں اور

سید اقبال

اسلام سے مذاق نہ کیجئے

۱۸ جولائی ۶۶ء کے پاکستان ٹائمز میں موسیقی اور رقص کے جواز کے بارے میں محترم زینو صاحب کے خیالات اور استدلال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ فاضل کالم نویس نے اپنی اس تحریر میں موجودہ رقص اور موسیقی کے جواز میں امام حجتہ الاسلام ابوحامد الغزالی کی ۔کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ ناچیز کو موسیقی کے موضوع پر وہ کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کتاب کا نام بوارق الالماع ہے جسے ایک انگریز مستشرق جیمز رابسن نے طبع کیا ہے۔ جو گلاسگو یونیورسٹی میں عربی کا استاد ہے۔ اس شخص نے اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ بہت پڑتال کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا اس کتاب کو کسی شخص نے امام ابوحامد الغزالی کی طرف بھی منسوب کیا ہے جو زینو صاحب نے امام ابوحامد کی تصنیف بتایا ہے۔ کیونکہ سب لکھنے والوں نے اسے ابوالفتوح احمد بن محمد الطوسی الغزالی کی تصنیف بتایا ہے اور خود مصنف نے بھی تو کتاب کے شروع میں اپنا نام تحریر کیا ہے۔ جہاں وہ کہتا ہے۔

یقول عبداللہ المفتقر الی اناتہ فیض فضل اللہ تعالیٰ الملتجی الی جناب اللہ احمد بن محمد بن محمد الطوسی الغزالی ۔۔۔ (بوارق الالماع صفحہ ۱۲۰)

ہر واقف حال جانتا ہے۔ کہ امام ابوحامد الغزالی کا نام محمد بن محمد الغزالی الطوسی ہے۔ یہ احمد بن احمد امام ابوحامد غزالی کا بھائی تھا۔ زینو صاحب نے یا تو اس کتاب کو پڑھا ہی نہیں اور سنی سنائی بات پر مضمون لکھ دیا اور اگر پڑھا بھی ہے تو صرف اس حصے کو جس سے وہ اپنا مقصد حل کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ اگر وہ اس کے ابتدائی چند ایک صفحے پڑھ لیتے۔ تو کوئی وجہ نہیں تھی۔ کہ وہ اس قسم کی فاش غلطی کرتے اور اگر مندرجہ بالا دونوں قیاس غلط ہوں۔ تو پھر بھی کہا جا سکتا ہے کہ زینو صاحب نے عمداً احمد غزالی کی کتاب حجتہ الاسلام امام محمد الغزالی کی طرف منسوب کی ہے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے۔ کہ امام محمد الغزالی کو جمہور اہل اسلام عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر احمد الغزالی کو کوئی جانتا تک نہیں۔ یہ بزرگان دین پر ایک افترا ہے جو بجائے خود ایک گناہ ہے۔

جہاں تک امام ابوحامد الغزالی کا تعلق ہے موسیقی پر ان کی کسی کتاب کا ذکر آج تک تو نظر سے گزرا نہیں اور

نہ ان کے حالات سے آگاہ لوگوں سے ہی سننے میں آیا کہ انہوں نے بھی موسیقی اور رقص کے جواز میں کوئی کتاب لکھی ہے۔ نیز بڑے بڑے عرب مصنفین نے بھی امام ابوحامد کی زندگی کے متعلق اپنے لمبے لمبے مقالات میں ان کی کسی ایسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ جس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ اس مضمون پر طبع آزمائی کی گئی ہو۔ لیکن اگر اس دور کے کوئی محرران کی کسی ایسی تصنیف کا ذکر کریں جو آج تک لوگوں کی نظروں سے نہیں گذری تو پھر بہتر ہے کہ اس کتاب کو منظر عام پر لایا جائے۔ اور اس کے حوالہ جات سے آگاہ کر کے فیض عام جاری کیا جائے۔

اب رہی وہ کتاب جس کے اقتباسات نقل کر کے ان کو ابوحامد الغزالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ تو بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب سے موجودہ موسیقی اور رقص کی حلت کا حکم نکالنے سے پہلے ہم ذرا اس کے اصلی مصنف یعنی ابوالفتوح الغزالی کو بھی پرکھ کر دیکھ لیں کہ آیا وہ علماء کے نزدیک اس قابل بھی ہے کہ اس کی کسی کتاب یا خیالات و استدلال سے کوئی شرعی حکم نکالا جا سکے۔

اس کتاب کے انگریز مترجم نے ابن خلقان کے حوالے سے لکھا ہے۔ "ابوالفتوح علم فقہ کی نسبت وعظ و قصہ گوئی میں زیادہ دلچسپی لیتا تھا"

(بوارق الالماع ص۶۳)

امام ذھبی لکھتے ہیں۔۔۔۔ ابوالفتوح گھٹیا ذہن کا آدمی تھا۔ اس کے عقائد کے متعلق بہت سے دسے کی گئی ہے۔ مشہور زاہد یوسف ہمدانی نے اس کے متعلق یہ رائے دی ہے: "اس کے کلام کا سرچشمہ شیطانی تھا۔ ربانی نہیں تھا۔ دین تو اس کا جاتا ہی رہا اور دنیا بھی اس کی باقی نہیں رہے گی"

(العبر فی احوال من غبر ۴: ۴۶)

امام ابن الجوزی لکھتے ہیں۔ ابوالفتوح کا بیشتر کلام بے ربط باتوں، موضوع اور خودساختہ احادیث تراشیدہ حکایات اور فاسد معانی کی عبارت سے پُر ہے وہ شیطان کی حمایت کیا کرتا تھا۔ اور اس کی طرف سے عذر پیش کیا کرتا تھا۔ اس کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے، کہ وہ امرد حسین بے ریش لونڈوں سے محبت کیا کرتا تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا۔ جب مجھے کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاگتے میں میرے پاس تشریف لاتے ہیں۔ میں ان سے اپنی مشکل بیان کرتا ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کے صحیح حل سے آگاہ فرماتے ہیں"

موسیقی اور ناچ کے جائز ہونے کی کوئی سند احادیث سے نہیں ملتی

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ابوالفتوح ایک بلیغ اور قادر الکلام واعظ تھا۔ ایک دفعہ اس نے محمود بادشاہ کے گھر میں وعظ کیا۔ تو محمود نے ایک ہزار دینار دیئے۔ جب وہ محمود سے رخصت ہو گیا باہر نکلا تو دروازے پر وزیر کا گھوڑا کھڑا تھا۔ جو کہ سونے کی زین ہتھیار اور دیگر زیورات سے آراستہ تھا۔ ابوالفتوح اس پر چڑھ بیٹھا۔ وزیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ اب گھوڑے کو اسی کے پاس رہنے دو، میرے

پاس واپس نہ لاؤ - چنانچہ ابو الفتوح اس گھوڑے کو گھر لے گیا -

(البدایۃ والنہایۃ ۱۲ : ۱۹۶)

مندرجہ بالا حوالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو الفتوح الغزالی گھٹیا ذہن اور مشکوک عقیدے کا آدمی تھا - اخلاقی اعتبار سے پست تھا ، خود احادیث وضع کر لیتا تھا - جھوٹا تھا کیونکہ آج تک کبھی بڑے بڑے صحابی کے متعلق بھی یہ سننے یا پڑھنے میں نہیں - آیا کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جا گتے میں ملے ہوں - لیکن اسے یہ دعوٰی ہے - کہ اس کے مشکل مسائل کا حل بتانے کے کیلئے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آجاتے تھے -

اس کے انہی عجیب وغریب دعوؤں اور شیطانوں کی حمایت کرنے کی وجہ سے ہی مشہور زاہد یوسف ہمدانی نے اس کے متعلق کہا کہ اس کے کلام کا سر چشمہ شیطانی تھا — رحمانی نہیں تھا اور اس کے اسی قسم کے گمراہ کن نظریات اور موضوع احادیث کی وجہ سے دیگر محدثین اور علماء وغیرہ نے بھی اس کو ناقابل اعتماد بتایا - کیونکہ جو آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کی جرأت کر سکتا ہے - وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ کو بھی اپنی مرضی کے معانی پہنا سکتا ہے - اور ان میں اپنی مرضی کے مطابق تحریک کر کے پیش کر سکتا ہے - جیسے کہ اس نے اپنی تصنیف بوارق الالماع میں کئی جگہ کیا ہے -

محولہ بالا بیانات سے بھی معلوم ہوتا ہے - کہ ابو الفتوح الغزالی ایک قصہ گو قسم کا عالم تھا اور شریعت اسلام میں قصہ گو لوگوں کی بات وزنی نہیں سمجھی جاتی ، ابو الفتوح تو چھٹی صدی ہجری کے قصہ گو عالم ہیں - خود صحابہؓ کے دور کے قصہ گو اور اسرائیلیات کی روایت کرنے والے صحابی کعب الاحبار کی اکثر و بیشتر روایات کو محدثین نے ضعیف اور غیر مستند قرار دیا ہے - اور ان کو لینے سے انکار کیا ہے - جب روایت حدیث میں خود صحابہؓ کے دور کے کسی راوی کی روایت لینے میں اس قسم کی جانچ پڑتال ہو اور ایسی احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جائے - تو پھر بھلا ابو الفتوح الغزالی کو کس طرح قابل اعتماد سمجھا جا سکتا ہے - لہٰذا ان کی کتاب سے موسیقی اور رقص کی حلت کا حکم نکالنا گویا اپنے غیر ثقہ ہونے کا ثبوت دینا ہے - کیونکہ ایک غیر ثقہ آدمی کی روایت کو ایک غیر ثقہ آدمی ہی نقل کر سکتا ہے -

لیکن موجودہ موسیقی اور ناچ کے جائز ہونے کا حکم ابو الفتوح الغزالی کی بوارق الالماع سے بھی نہیں ملتا - کیونکہ جن احادیث کو انہوں نے نقل کیا ہے - ان میں کسی جگہ بھی یہ ذکر نہیں کہ پیشہ ور قسم کی عورتوں یا مردوں نے رقص کیا یا گانا گایا - مسند احمد کے حوالے سے حبشیوں کی حدیث نقل کی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ حبشی دف بجاتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ناچتے تھے - اور منہ سے یہ کہتے تھے - محمدٌ عبدٌ صالحٌ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک صالح بندے ہیں -

(بوارق الالماع صفحہ ۱۳۰)

اب اس سے موجودہ رقص کے جواز کا حکم نکالنا کس قدر مضحکہ خیز بات ہے - یا پھر اس بات سے اسکا جواز ڈھونڈنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں عید کے دن بچیاں گا رہی تھیں اور ہجرت کے د[illegible] ... نے کی بچیوں

نے بھی دف بجا کر اور گا کر آپ کا استقبال کیا اس لئے موجودہ شکل کا گانا بھی جائز ہے۔ تو اس قسم کا استدلال کرنے والے کو حامیین شریعت معذور جانیں گے۔ کیونکہ یہ استدلال صریحاً اس بات کا پتہ دیتا ہے۔ کہ وہ علم قیاس سے بالکل بے بہرہ ہے چاہیئے تو یہ کہ دیکھا جائے کہ کس زمانے کی حدیث نقل کی جا رہی ہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا عام ماحول کیا تھا، گانے والے کون تھے۔ مسلمان یا غیر مسلم اور اگر مسلمان بچیاں تھیں تو ان کی عمر کیا تھی اور انہوں نے جو شعر پڑھے ان کا مفہوم کیا تھا۔ پھر یہ بھی پرکھنا ضروری ہے کہ ایسے مواقع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کس قدر آتے۔ اور اگر آتے تو کیا ان کو اہتمام کے ساتھ میسر کیا گیا تھا۔ اور ان کی ترقی و فروغ کیلئے کوئی کوشش یا تلقین کی گئی ہے۔ یہ اتفاقی تھے ان تمام چیزوں کو سامنے رکھ کر ہی ہم رقص یا موسیقی کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں کوئی حتمی بات کہہ سکتے ہیں۔

کتب حدیث بتاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے مواقع چند ایک ہی آتے لیکن ان کا اہتمام نہیں کیا گیا، اس لئے راقم الحروف کے خیال میں یہاں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ زیتو صاحب یا ان کے دیگر ہم خیال لوگوں کی زندگی میں اتفاقاً کوئی ایسا موقع آ جاتا ہے کہ کوئی ناچ ہو رہا ہے اور وہ اس ناچ کو دیکھ لیتے ہیں۔ تو وہ شرعی طور پر قابل گرفت نہیں ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ناچ ویسا ہی ہو جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ یعنی کسی غیر مسلم قوم کے مردوں کا بازی گر ٹولہ ناچے اور گانا بھی معصوم بچیوں کا سن سکتے ہیں اور وہ بھی ایسا کہ جس کے بول پاکیزہ ہوں ۔ اور ان میں جنسی لذتیت جذباتی ہیجان انگیزی اور عشق و محبت کے الفاظ نہ ہوں ۔ اور یہ گانا بھی عید شادی وغیرہ کے مواقع پر سنا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے رقص کا نظارہ اور گیت کا سننا اسی قدر ثابت ہے۔ ہمیں اس سے بڑھ کر کچھ کرنے کا کوئی حق یا اختیار نہیں۔

خود ابوالفتوح الغزالی نے جس کی کتاب کے حوالے سے موجودہ رقص و غناء کو جائز قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے، لکھا ہے .... جہاں تک گانے بجانے کے آلات کا تعلق ہے ان کا استعمال جمہور علماء کے متفقہ فیصلے سے ممنوع ہے۔ مثلاً سارنگی، رباب، عود بربط، مزمار اور ان جیسے دوسرے آلات مجزوف کے

(بوارق الالماع ص ۱۷۵)

اور پھر اس (۱) کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گانا سننے کی اجازت صرف ان لوگوں کو ہے ۔ جو اس سے عرفان الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ اور دنیا جانتی ہے کہ یہ طریقہ بعض صوفی لوگوں کا ہے اور صوفی اور عالم لوگوں میں جو گانا سننے کی حلت و حرمت پر بحث ہوتی ہے۔ تو وہ اسی قسم کا گانا ہے۔ علماء اور کئی صوفی بھی اس کو جائز نہیں بتاتے اور بعض صوفی اسے جائز سمجھتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اس سے عرفان کے زینے طے کرتے ہیں۔ رہا وجد میں آ کر ناچنا تو صرف اسی کا جواز ڈھونڈا جاتا ہے نہ کہ فن یا ثقافت کے طور پر ناچنے کا، کیونکہ بطور فن یا ثقافت کے طور پر ناچنے اور گانے کو اپنانا سب کے نزدیک حرام ہے۔

(۲)

شجاعت عیسیٰ صدیقی

محتاج و غنی

کاش اس سرزمین کی بلندیوں سے بالا ہو کر ہم اس جہان کشمکش پر ایک طائرانہ نظر ڈال سکتے اور فضاؤں میں بلند ہونے والے قہقہوں کو سن سکتے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ کی وعید دیکھ سکتے (خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا۔ ایسا فساد جس کو انسانی ہاتھوں نے پیدا کیا ہے۔ اور جو ہمارے اعمال کا لازمی نتیجہ ہے) انسان رازق کو بھول کر رزق کے آگے سربسجود ہے۔ صانع کو چھوڑ کر صنعت کی پرستش کر رہا ہے۔ لا اِلٰہ الا اللہ کی جگہ لا اِلٰہ الا الخبز (کوئی معبود پرستش کے لائق نہیں لیکن روٹی) کی پیہم ندا بلند ہو رہی ہے۔

غور سے دیکھئے تو کروڑوں انسان کتوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں حالانکہ مقسوم رزق ہر ایک کو پہنچ رہا ہے۔ یہ انسانوں کی دنیا بالآخر درندوں کی دنیا بن گئی ہے۔ جو اشرف المخلوقات تھا۔ آج وہی ارذل مخلوقات سے بڑھ کر ارذل ثابت ہو رہا ہے۔

لیکن یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ ہر تہذیب کے زوال پر اندرونی کشمکش کا آغاز ہوتا ہے اور اس کا خاتمہ EXTERNAL PRESSUIE یعنی بیرونی کشمکش پر ہوتا ہے۔ کسی تمدن کی اندرونی کمزوری ہی اس کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔

انسان جب معبود حقیقی کی چوکھٹ چھوڑتا ہے تو ہزار چوکھٹوں پر اسکو سجدہ کرنا پڑتا ہے۔ مالک اصلی کی غلامی چھوڑ کر انسان بے شمار انسانوں کا غلام بنتا ہے۔ اصلی رازق کو بھول کر ہزار دو ہزار چھوٹے رازقوں کا تختۂ مشق بنتا ہے۔ لیکن کب تک؛ جب سماج طبقات میں تقسیم ہو چکتا ہے۔ چابک مارنے والے ہاتھ تھک کے ہوتے ہیں اور غلامی اور محکومی کی زنگ آلود زنجیریں آلودہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ اس وقت عصائے موسیٰ ظاہر ہوتا ہے۔ یا درفش کاویانی۔ کارل مارکس کا نظریہ مادیت تاریخ میں حقیقت تک پہنچنے سے قاصر رہا ہے۔ حقیقت تو اسی قدر ہے کہ تاریخ کے اوراق طبقاتی جنگ سے جا بجا رنگین ہیں۔ لیکن اس کی دوربین نگاہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہی کہ ان کی مصداق ہر تہذیب کے کفن کے پھولوں جیسی ہے اور یہ کہ ہر تہذیب کو قوانین قدرت کو توڑنے کی پاداش بھگتنا ناگزیر ہے۔

آج یہی طبقاتی جنگ کے پھول مغربی تہذیب کے جنازے پر کھل رہے ہیں اور اس فتنہ کا دروازہ کھل چکا ہے۔ جس کی وحشت ناکیوں کا صحیح اندازہ ابھی نوع انسانی کو کرنا باقی ہے۔

تو کیا ہم اپنی کوتاہی کا الزام خالق تقدیر پر منڈھنے میں حق بجانب ہیں اس کے احکام کو ہم توڑیں - تمرّد و سرکشی ہم کریں - حدود اللہ کا لحاظ ہم نہ رکھیں اس دنیا کو جہنم زار ہم بنائیں - اور پھر خود ہی سوال کریں کہ یہ کیوں ہے کہ کوئی مفلوک الحال ہے اور کوئی دولت کیلئے مصارف کا متلاشی ؟ کوئی مصیبت میں ہے اور کوئی راحت میں ؟ اسلام نے تو وہ عملی زندگی پیش کی تھی کہ باوجود تنزل کے آخری مراحل میں ہونے کے آج بھی اسلامی سوسائٹی طبقاتی کشمکش سے بڑی حد تک محفوظ ہے - تیرہ سو برس پہلے بھی وہ ہی انسانیت کا درماں بنی اور آج بھی وہی انسانیت کو پھر بچا سکتی ہے -

محتاج و غنی کا تعلق جو اسلام نے پیش کیا ہے ایک کاغذی یا قانونی چیز نہیں بلکہ عملی تصور ہے اور ایسا تصور کہ جس کے دامن میں انسانیت کو ایک ہزار برس تک پناہ ملتی رہی اور انسانیت کے ہزارہا قافلے اس کی روشنی میں منزل مقصود تک پہنچتے رہے - اس تعلق کو سمجھنے سے پہلے اس نظری پہلو پر غور کیجئے کہ انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد کیا ہے ؟ اگر وہ مرضات اللہ ہے (یعنی زندگی کے قلیل عرصہ میں اس کے احکام کی تابع داری کے اللہ تعالٰے کی خوشنودی حاصل کرنا) تو یہ زندگی اس سے زیادہ نہیں کہ ایک کھیتی ہے جس کا پھل آخرت کی زندگی ہے اس دنیا میں عمل ہے حساب نہیں آخرت میں حساب ہے عمل نہیں - اگر دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے - جیسا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ سے بہتر کون صحیح کہے گا - تو رزق کی تنگی و کشادگی کی صحیح اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے - آپ نے فرمایا دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے کہ کوئی دریا میں انگلی ڈالے (انگشت شہادت کا اشارہ کر کے دکھلایا) اور دیکھے کہ اس پر کتنا پانی لگا - حقیقت یہ ہے - کہ صرف آخرت کے صحیح تصوّر سے ہی اس جہان رنگ و بو کی بوقلمونی سمجھ میں آ سکتی ہے - اب آپ غور فرمائیں - کہ اعمال صالح کیلئے کیا بہت اونچے معیار زندگی کی ضرورت باقی رہتی ہے ؟ کیا تجربہ شاہد نہیں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے -

پھر اس دنیا میں بھی معیار عزت ، تقوٰی کو ٹھہرا دیا گیا - انسانیت کا سب سے اہم چارٹر دستاویز حقوق ان مہتم بالشان الفاظ میں بیان فرماوئیں - اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں سے اللہ کے نزدیک باعزت وہ ہے کہ جو جس قدر متقی اور خدا سے ڈرنے والا ہے -

یہ اسی کا نتیجہ ہے - کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و والسلام کی چہیتی صاحبزادی چکی پیستی اور مشکیں بھرتی رہیں اور یہ ان کی صاحبزادی تھیں کہ جو سرور دو عالم ہے اور جن کا حکم اس وقت بھی دس لاکھ مربع زمین پر چل رہا ہے - نیز اسلام کے خلفاء اور امراء کی زندگی بھی اس حدیث کے مطابق رہی کہ بروایت موطا امام مالک :-

"میری مصیبتیں تمام مسلمانوں کی مصیبتوں کے وقت تسلی کرتی رہیں گی --؟"

عتبہ بن فرقد جو کبھی صوبے کے گورنر تھے النبی دتت حاضر ہوتے ہیں - کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ اپنی

وقت کھانا کھا رہے تھے - ان کی موٹی جھوٹی غذا کو دیکھ کر عقبہ نے عرض کیا -

عقبہ :- آپ کیا ایسی خوراک استعمال نہیں کرتے - جس کا نام میدہ ہے -

حضرت عمر :- ابن فرقد ! سرزمین عرب میں مجھ سے بھی بڑی مقدرت والا اس وقت کوئی ہے -

عقبہ :- کون ہوسکتا ہے - ؟

حضرت عمر :- ابن فرقد کیا سارے مسلمانوں کو میدہ کا آٹا میسر آسکتا ہے -

عقبہ :- نہیں -

حضرت عمر :- میں بہت بڑا حاکم ہوں گا - کہ اچھا اچھا تو آپ کھاؤں اور لوگوں کو بڑی خراب خستہ چیزیں کھلاؤں

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو پیوند دوز کپڑوں میں دیکھ کر اس زمانہ میں جب آپ خلیفۃ المسلمین تھے - کسی نے دریافت کیا - کہ آپ کرتے میں پیوند کیوں لگاتے ہیں - فرمایا :-

"اس سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور
مسلمان اس کو نمونہ بنا سکتے ہیں -"

یہ تھا اس چار تری تعلیم کا نتیجہ پھر اس پر غور کیجئے - کہ شریعت اسلامیہ نے اس کا کس قدر احترام کیا ہے - کہ دولت چند خاندانوں میں مقید ہو کر نہ رہ جائے -

اس کا قانونِ وراثت تقسیم دولت میں اس قدر معاون ہوتا ہے کہ کوئی خاندان دو تین پشت سے زیادہ بہرہ ور نہیں ہو سکتا - آج جو محتاج ہیں ، کل ان ہی کی نسل سے امراء بنتے ہیں - اور نسل ملوک میں چلموں کی آگ سلگانے والے اور گھاس کی گٹھریاں لانے والے ملیں گے - ابھی پر بس نہیں - زکواۃ کو اسی صورت سے فرض کیا - جیسے کہ نماز کو ، اور اس کو نہ صرف مال کیلئے طہارت بتلایا - بلکہ یہ بھی - فرمادیا گیا - کہ یہ اس لئے ہے کہ کہیں دولت امراء ہی میں مقید ہو کر نہ گھومتی رہے -

ارشاد باری ہے :-

"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْ
هُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ الخ

یعنی جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو قیامت کے دن درد ناک عذاب کی خوش خبری سنادو جس دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا - اور پھر اس سے ان کے ماتھے - اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا - کہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا - آج اپنے جمع کئے کا مزہ چکھو -

اسلام نے اس گوشہ کو بند کرنے کی کوشش کی ہے جس سے دولت بے جا طریقہ سے جمع ہو سکتی ہے - سود اور جوا ، احتکار و اکتناز ، کسب معاش میں حلال ذرائع - زکوٰۃ و صدقات - قربانی اور فطرہ ، کفار اور حقوق - سائل اور یتیموں کی پرورش ، غرضیکہ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا کہ دولت امراء کے پاس سے نکل کر غربا میں تقسیم نہ ہو -

سورہ بقرہ میں ارشاد باری ہے) :-

(میں صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں)

"نیکی صرف یہ نہیں کہ اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف

کرو۔ بلکہ نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور کتابوں پر ایمان لاتے اور اپنے مال کو اللہ کی حُب پر رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا ـــ اور قیدیوں کو چھڑانے میں صرف کیا۔"

اور یہ سب کس لئے کرنا چاہیئے ـ سورہ الدہر میں ارشاد ہوتا ہے :۔

ترجمہ عرض ہے ۔

"نیکوکار وہ لوگ ہیں جو خدا کی محبت
سے محتاج اور یتیم کو کھانا کھلاتا ہیں
اور ان کو یہ کہ دیتے ہیں کہ ہم تو صرف
خدا کیلئے کھلاتے ہیں نہ تو ہم تم سے
بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گذاری۔"

غالباً دولت کے استعمال کی تشریح اس حدیث سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ جس کا ذکر ابھی آتا ہے اسلام دولت کو برا نہیں کہتا۔ لیکن اس کے استعمال پر پابندیاں عائد کرتا ہے ۔ وہ تبذیر اور ریاء الناس سے منع کرتا ہے۔ وہ نہ صرف ناجائز طریقہ سے دولت حاصل کرنے کو حرام ٹھہراتا ہے۔ بلکہ ناجائز کام میں صرف کرنے کو بھی تبذیر کہتا ہے اور دکھلاوے اور نام و نمود کے لئے ۔ خیرات کرنے سے روکتا ہے۔ ایسی خیرات کی مثال "اس پتھر کی سی ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ پڑے اور مٹی کو بہا کر اس کو سپاٹ کر دے ان لوگوں کو ان کی کمائی سے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتے گا۔

(سورہ بقرہ)

ہاں تو جس حدیث کا میں ذکر کر رہا تھا ۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن وعظ کیلئے ممبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ فرمایا مجھے اپنے بعد تمہارے لئے متعلق جس چیز کا اندیشہ ہے۔ وہ دنیا کی زینت اور تازگی ہے ۔ جس کا دروازہ اللہ تعالیٰ تم پر کھولے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اچھی چیز سے بھی برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے ؟ آپ خاموش ہو گئے ۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہو گیا۔ تو پیغمبر خدا سے بات کرتا ہے اور آپ تجھ سے بات نہیں کرتے ۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے چنانچہ آپ کو افاقہ ہوا اور آپ نے پسینہ پونچھتے ہوئے فرمایا ۔ کہاں ہے وہ شخص جس نے ابھی سوال کیا تھا۔ کیا وہ اچھی چیز ہے ؟ اچھی چیز کا نتیجہ اچھا ہی پیدا ہو گا ۔ موسم بہار کی پیداوار میں وہ تازہ گھاس بھی ہے ۔ جو خوش ذائقہ ہونے کی وجہ سے زیادہ کھائی جاتی ہے ۔ اور ہیضہ کر کے ہلاک کر دیتی ہے یا قریب المرگ بنا دیتی ہاں موسم خریف کی سوکھی گھاس کھانے والا جانور البتہ امن میں رہتا ہے ۔ کہ بقدر ضرورت کھاتا ہے ۔ جب اس کی کوکھیں پھول جاتی ہیں۔ تو سورج کے سامنے منہ کر کے بیٹھ جاتا ہے ۔ پس گوبر ڈالتا اور پیشاب کرتا ہے اور جب پیٹ بالکل خالی ہو جاتا ہے ۔ تو پھر چرتا ہے ۔ یہ مال سبز گھاس ہی ہے تو جو شخص حریص بن کر ضرورت سے زیادہ کھائے گا۔ ہلاک ہو گا ۔ اور بہترین صاحب مال وہ ہے کہ جو اس میں سے مسکین، یتیم اور مسافر کو دیتا ہے اور جو شخص بغیر حق کے لیتا ہے ۔ اس کی مثال ایسی ہے ۔ کہ کھاتا ہے اور پیٹ نہیں بھرتا ۔ اور وہ مال قیامت کے دن حجت اور گواہ بنے گا ۔

چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے :۔

"دنیا سے تیرے لئے یہ کافی ہے۔ جس سے تیری بھوک کا ازالہ ہو جائے اور جس سے تیری ستر پوشی ہو جائے۔ اور ان ہی کے ساتھ اگر کوئی ایسی چیز بھی مل گئی۔ جس سے سایہ میں تو ہے (یعنی کسی قسم کا گھر) تو بہتر ہے اس کے ساتھ اگر کوئی سواری بھی تجھے مل جائے تو پھر کیا کہنا۔

ایک طرف سرمایہ داروں کو یہ ہدایت ہے تو دوسری طرف گداگری کو مذموم ٹھہرایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ باوجود غنی ہونے کے جو لوگوں سے بھیک مانگتا ہے۔ وہ جہنم کے انگارے جمع کر رہا ہے۔ کسی نے دریافت کیا "غنی کا یا رسول اللہ کیا مطلب ہے"۔ فرمایا۔ "وہ جو یہ جانتا ہے کہ اس کے گھر میں اتنا سرمایہ ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے صبح و شام غذا مہیا ہو سکتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے چند آدمی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے آئے تو آپ نے ان کو دے دیا۔ پھر مانگا آپ نے پھر دیدیا۔ حتیٰ کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرے پاس جتنا مال بھی ہو میں تم سے دریغ کرنے والا نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص مانگنے سے بچا رہے گا۔ خدا اسے محتاجی سے بچائے گا۔ اور طبیعت کو مجبور کر کے صبر کرے گا۔ خدا اسے صبر کی توفیق دے گا۔ اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور فراخ چیز نہیں دیا گیا۔

یہ تھا وہ نظام جس کو اللہ جل شانہٗ نے انسانوں کے لئے تجویز کیا تھا۔ جہاں محتاج خود دار تھے۔ اور امراء مال و دولت کے امین۔ جہاں غربت نہ وجہ شرم و عار تھی اور نہ غریب حسد کی آگ میں جلتے تھے۔ جہاں بوریا اور مسند دیبا کی ایک سی قدر تھی جہاں حکومت ہر شخص کے ضروری مصارف کی ذمہ دار تھی آج انسان نے اس نظام سے بغاوت کی ہے اور اس کا نتیجہ اس کے سامنے ہے۔

ؤ

بقیہ خادم و مخدوم

سرداری ملتی ہے کہ فاروق اعظمؓ انہیں یا سیدی! کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اسامہ بن زیدؓ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک مہم پر جانے لگتے ہیں۔ تو ابوبکر صدیقؓ ان کی رکاب تھامے ساتھ ساتھ پیدل چلتے ہیں اور اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ کیا دیکھتے ہو؟ اسامہؓ تجھ سے افضل ہے اور اسامہؓ کا باپ تیرے باپ سے افضل تھا۔

بدنصیبی سے ملت میں زوال آیا تو خادم و مخدوم کا تصور بالکل بدل گیا۔ اب مخدومیت خدمت قوم نہ وطن پر منحصر نہ رہی یہ چیز بھی جنس بازار بن گئی اور اس کے لئے ضمیروں کے سودے ہونے لگے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس طرز سے حاصل کی ہوئی مخدومیت نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی اہمیت رکھتی ہے۔ اور نہ کبھی خدا کی مخلوق ہی نے اسے نظر استحسان سے دیکھا ہی وہی قیادت باعث فخر ہے۔ جو خدمت قوم و وطن کے ذریعہ حاصل کی گئی ہو۔ اور جسے عوام اپنی عقیدت کا مرکز جانتے ہوں جس قیادت کی بنیاد خدمت ملک و ملت پر استوار نہ ہو وہ طوفان کے وقت ریت کا انبار ثابت ہوتی ہے۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے۔ شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا
(حکیم الامتؒ)

مظہر الدین

خادم و مخدوم

بعض لوگ انتہائی شان و شوکت رکھنے کے باوجود عوام کے دلوں میں اپنے لئے احترام کا کوئی جذبہ پیدا نہیں کر سکتے۔ اور بعض کچھ نہ ہونے کے باوصف مکرم و محترم سمجھے جاتے ہیں۔ انسان کو مکرم و محترم بنانے والی چیز نہ تو اعلیٰ مناصب ہیں اور نہ ہی مال و دولت کے ذریعہ انسانی محبت خریدی جا سکتی ہے۔ عقیدت و محبت کا تعلق اعلیٰ کردار سے ہے۔ کردار جس قدر مضبوط ہوگا اور سیرت میں جس قدر حسن ہوگا عوام کو اسی قدر مسحور اور متاثر کرے گا۔ جو لوگ اقتدار کی ہوس میں مبتلا ہوتے ہیں یا ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی فکر میں غلطاں رہتے ہیں۔ تاریخ انسانی شاہد ہے کہ انہوں نے عوام پر کبھی خوشگوار اثر نہیں ڈالا۔ عوام نے انہی کو اپنی عقیدت کا مرکز بنایا ہے۔ اور انہی کے افکار کی روشنی کو شمع راہ کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ جن میں قلندرانہ صفات کی جھلک دیکھی ہے۔ کرۂ ارض پر کیسے کیسے جابر و قاہر فرمانرواؤں نے حکومت کی ہے۔ انسانی نگاہوں سے کیسی کیسی تہذیبوں کے مسحور کن مظاہرے دیکھے ہیں؛ ان میں سے بیشتر کے مٹنے کے بعد آج دنیا میں ان کا مرثیہ خواں بھی نظر نہیں آتا۔ بعض کو تاریخ کا حافظہ بھی محفوظ نہیں رکھ سکا۔ جن کے کچھ آثار و نقوش باقی ہیں۔ ان پر بھی کوئی آنسو بہانے والا نہیں۔ عوام کے دلوں میں انہی نفوس قدسیہ کا احترام ہے۔ جنہوں نے اقتدار کو اپنا مقصودِ حیات بنانے کی بجائے نوع انسانی کی بھلائی کے لئے اپنے عیش و آرام کو خیر باد کہا ہے۔ خود اس لئے برباد رہے کہ انسانیت آباد ہو۔ اللہ کی مخلوق کو سکھ چین اور راحت و آرام نصیب ہو۔ قصر و ایوان کو منزل مقصود بنانے والوں نے کبھی یہ فریضہ انجام نہیں دیا۔ مخلصین کو ارباب جاہ کی طرف سے اعلیٰ مناصب کی پیشکش ہوتی بھی ہے۔ تو انہوں نے کمال بے نیازی سے اسے نظر انداز کر دیا۔

دراصل اقتدار کی بھوک پیدا ہی اس وقت ہوتی ہے جب انسان کا نفس اسے شرارتوں پر آمادہ کرتا ہے۔ جوڑ توڑ اور سازشوں کے ذریعہ جو اقتدار حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ثابت نہیں ہوتا۔ مومن کی فلاح خادم بننے میں ہے، مخدوم بننے میں نہیں۔

انسان کے سر پر جب مخدوم بننے کا بھوت سوار ہو جاتا ہے تو وہ جائز ناجائز کی پرواہ کئے بغیر اخلاقی قدروں کو پامال کرتا ہوا حصول مقصد کیلئے کوشاں نظر آنے لگتا ہے۔ خدا کی نیک بندوں کا یہ شیوہ نہیں ہوتا وہ مخدوم بن کر نہیں خادم بن کر زندگی گزارنے کو اپنے لئے سعادتوں کا ذریعہ جانتے ہیں آقائی اور پیشوائی کا منصب انہی کو ملتا ہے۔ جو اسلام کی راہ میں لوٹنے کیلئے نہیں بلکہ لٹنے کے لئے آتے ہیں۔ جان و مال اور اولاد قربان کر دینے کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ تو خدا کی طرف سے انہیں رضوان اللہ اکبر کی سند ملتی ہے۔ پھر بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ

(بقیہ بر صفحہ ۳۵)

مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب
علی پور شریف

زہد کیا ہے

اسلام نے اپنے پیروکاراں کو زہد فی الدنیا کا سبق بڑے شد ومد کے ساتھ دیا ہے۔ مگر اس کی حقیقت کو جان کر اس پر عمل کرنے والے خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں بہت کم ہیں۔ اسلام کی خوبی اور کمال یہ ہے۔ کہ اس نے جس چیز کا حکم دیا ہے۔ اس کو اللہ کے رسول نے جنکی طفیل ہمکو اسلام جیسی بے نظیر اور بے مثال دولت ملی۔ نہ صرف زبان فیض ترجمان سے سمجھا دیا بلکہ اس پر تعلیم امت کیلئے عمل کر کے دکھا دیا۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانی اور طیب زندگی کی شعاعیں ہمارے قلوب کی دنیا کو آپ کے زہد قولی و عملی سے بھی مستنیر کر رہی ہیں:۔ سب سے پہلے ان صفحات میں۔ قارئین کرام کو زہد کے معنی سمجھاؤنگا بعد ازاں اس پر ذرا بسط و تفصیل سے روشنی ڈالونگا۔

زہد۔ عربی زبان کا لفظ ہے جسکے معنیٰ صاحب منجد نے جو علم لغت میں معتبر اور متداول بین العلماء کتاب ہے۔ لکھا ہے۔ زَهَدَ وزَهِدَ (س ف)، وَزَهُدَ (ک)، وزهادۃً فی الشیٔ وعنہا = بے رغبتی سے کسی چیز کو چھوڑ دینا اور اسی سے ہے زَهَدَ فی الدنیا یعنی اس نے دنیوی خواہشات کو ترک کر کے اپنے کو عبادت کے لئے فارغ کر لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے ساتھ رغبت کا نہ ہونا جیسی عاشق کو اپنے معشوق کی طرف ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کے لئے اس کے غیر کو ترک کر دیتا ہے۔ زہد ہے۔ ضرورت اور حاجت کے اندازے سے اسکا لینا اور اختیار کرنا۔ زہد کے منافی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں دنیا کی مذمت بیان کی ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل والاٰخرۃ خیرٌ لمن اتقیٰ: اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے: اور متقیوں کے لئے آخرۃ بہتر ہے یہ اس لئے بیان فرمایا ہے کہ اہل ایمان دنیا کی طرف راغب نہ ہوں اور اس میں مشغول ہو کر اپنی غرض کو کہ معرفت حق اور کمال دین اور سعادت اخروی ہے: بھول نہ جائیں (صوفیا) کرام نے جنہوں نے کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو کر دنیا سے بے رغبت ہوئے۔ اور اس کی زیب وزینت و آسائش کی پرواہ نہیں کی: اپنے حال اور مقام کے مطابق اس کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ رئیس الاصفیا علامہ عبدالکریم قشیری رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب رسالہ قشیریہ میں زہد کے عنوان سے ایک مستقل باب لائے ہیں۔ جس میں انہوں نے کئی بزرگوں سے زہد کی حقیقت میں اقوال نقل کئے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں انکا استحصار تو ہو نہیں سکتا مگر چند ایک بزرگوں کے اقوال ذیل میں نقل کئے گئے ہیں:

ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زندگی کے متعلق لمبی امید نہ رکھنا: زہد ہے: سادہ کھانا کھانا: اور موٹا لباس پہننا۔ زہد نہیں ہے۔ سری سقطی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے دنیا کو سلب کر لیا ہے۔ اور اپنے اصفیاء سے اس کو دور رکھا ہے اور اپنے دوستوں کے دلوں سے اسکو نکال دیا ہے

اس لئے کہ اس نے ان کیلئے دنیا کو پسند نہیں کیا۔

بعض نے کہا کہ زہد کی تعریف قرآن کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔

لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم۔

تاکہ تم اس چیز پر جو فوت ہوگئی ہے۔ غم نہ کھاؤ۔ اور جو چیز تم کو ملی ہے۔ اس پر خوش نہ ہو: بس زاہد موجود کے ساتھ خوش نہیں ہوتا اور جو فوت ہوگئی ہے: اس پر افسوس نہیں کرتا۔ ۳۔

ابو عثمان نے کہا کہ زہد یہ ہے کہ تو دنیا کو چھوڑ دے اور پھر یہ بھی نہ سوچے کہ اس کو کس نے دیا۔ ۴۔ ابو علی وقاق نے کہا زہد یہ ہے کہ تیرے دنیا کو چھوڑنے کی یہ کیفیت ہو کہ تیرے دل میں یہ بھی نہ آئے کہ میں رباط بناؤں، یا مسجد تعمیر کروں۔ یحییٰ ابن معاذ نے کہا۔ زہد جس میں ہوتا ہے۔ اس کی ملک میں جو ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ سخاوت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وقت آنے پر اپنی روح کو بھی قربان کر دیتا ہے۔

ابن حنیف نے کہا۔ زہد کی علامت اپنے ملک سے دستبردار ہونے میں دلی راحت کو پانا ہے۔ بعض نے کہا زہد یہ ہے کہ دل کو ایسا بنائے کہ وہ اسباب کو بھول جائے اور املاک سے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ دے: نصرابادی کہتے ہیں: زہد وہ ہے جو دنیا میں غریب ہو: یعنے بے آشنا اور گمنام ہو اس کو کوئی نہ جانتا ہو۔ اور عارف وہ ہے جس کا آخرت میں کوئی شناسا نہ ہو۔ یعنے اس کو اللہ ہی جانتا ہو: اور کوئی نہ جانتا ہو:

ان تمام اقوال و ملفوظات کا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور اس کے اسباب اور ساز و سامان کی محبت کا دل میں نہ ہونا زہد ہے۔ اس لئے کہ آخرت اور دین اور اس کی ترقیات سے مسلمان کو دنیا کی محبت اور اسکا انہماک و استغراق ہی مانع ہو سکتا ہے۔ اہل اللہ نے دنیا کو دل سے کبھی پسند نہیں کیا۔ اور اگر کیا ہے تو اس قدر کہ اس سے گریز اور چارہ نہیں: آیئے اب ہم زہد کا نشان حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ڈھونڈتے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اے اللہ آل محمد کا صرف اتنا ہی رزق بنا جس سے اس کی زندگی کی رمق باقی رہے۔ ایک روایت میں ہے جس سے اس کی بھوک بند ہو جائے۔ عمرو بن عوف سے روایت ہے۔ کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھ کو تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم فقیر ہو جاؤ گے۔ مجھ کو تمہارے لئے یہ اندیشہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کی جائے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تو تم اس پر فریفتہ ہو جاؤ۔ جس طرح وہ اس پر فریفتہ ہو گئے۔ اور اس کی فریفتگی تم کو ہلاک کر دے۔ جس طرح اس نے ان کو ہلاک کر دیا تھا۔

مطرف راوی ہے اپنے باپ سے کہ اس نے کہا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ اس وقت۔ الھٰکم التکاثر۔ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ابن آدم کہتا ہے، میرا مال میرا مال: اور اے ابن آدم نہیں ہے تیرا مال مگر جو تو نے کھایا اور فنا کر دیا۔ اور جو تو نے پہنا اور پرانا کر دیا اور جو تو نے صدقہ کیا اور آگے بھیجدیا: اس کے سوا جو ہے: وہ تیرا نہیں تیرے وارثوں کا ہے۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دنیا اور جو اس میں ہے ملعون ہے۔ سوائے

(باقی بر صفحہ ۲۰)

اطلاعات

- موضع مقبول پورہ چک ۳۴۴ ج ب ضلع لائل پور میں زیر صدارت جوہر امت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری حضرت الحاج پیر سید محمد طفیل شاہ صاحب کے اہتمام انصرام سے مورخہ ۹ - ۱۰ اکتوبر کو حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف منعقد ہوا - جس میں متعدد علماء کرام اور نعت خوانوں نے وعظ اور نعت خوانی کی -

- بمقام چک ۱۸۶/۹-ل ضلع منٹگمری میں ۱۴ - ۱۵ - اکتوبر کو حضرت امیر ملت شہنشاہ ولایت حضرت مولانا الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا حسب سابق سالانہ عرس شریف ہو رہا ہے اور حضرت مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب جلسہ کی صدارت فرمائیں گے اور علماء کرام حسب پروگرام مواعظ حسنہ سے دلوں کو روشنی بخشیں گے -

- بروز جمعرات صدر راولپنڈی میں شیخ محمد امین بٹ ایڈووکیٹ و امیر حلقہ کے مکان میں ختم خواجگان پڑھا جاتا ہے - اور حلقہ ذکر بھی ہوتا ہے - مقامی یاران طریقت خلوص و محبت سے شمولیت کرتے ہیں -

- کوہاٹ شہر میں بعد از نماز جمعہ بابو غلام حسین صاحب کے مکان میں حلقہ ذکر ہوتا ہے اور ختم خواجگان پڑھا جاتا ہے - مقامی یاران طریقت خلوص اور ذوق و شوق اور محبت سے شامل ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے ہیں -

- لاہور میں دو جگہ حلقہ ذکر ہوتا - حضرت مولانا الحاج پیر غلام جیلانی صاحب نقشبندی کے مکان واقع راوی روڈ میں اور جناب حکیم مبارک احمد صاحب جماعتی نقشبندی کے مکان واقع بھاٹی گیٹ کوچہ فقیر خانہ میں - ہر دونوں جگہ جمعہ کے روز رات کو عشاء کی نماز کے بعد - یاران طریقت ذوق و شوق سے شامل ہوتے ہیں -

شکریہ :- جناب صوبیدار میجر محمد حسن صاحب نے جو کاروباری سلسلہ میں آجکل راولپنڈی مقیم ہیں - رسالہ انوار الصوفیہ کے لئے چار نئے خریدار دیتے ہیں اور مزید کوشش کرنیکا وعدہ فرمایا ہے - اسی طرح جملہ یاران طریقت اگر رسالہ کی اشاعت کو بڑھانے کے لئے اپنے احباب اور دوستوں کو رسالہ کا خریدار بنائیں تو ان کی عنایت اور نوازش سے بعید نہ ہوگا - ادارہ انوار الصوفیہ رسالہ کی اعانت کرنے والوں کا خلوص قلب سے شکر گذار ہے -

رسالہ کے بہی خواہ حضرات کے اسماء گرامی - جناب حاجی اللہ ودھایا صاحب بیلیز کالونی لائل پور - جناب چوہدری الحاج عطا محمد صاحب - جناب چوہدری الحاج فدا محمد صاحب نمبردار - جناب الحاج نوشی محمد صاحب اقبال نگر ضلع منٹگمری - مولانا الحاج پیر محمد طاہر صاحب مراد آباد بھارت - جناب حوالدار ممتاز علی خان صاحب ضلع منٹگمری - جناب منشی عمر دین صاحب وکیل بیکانیر بھارت - جناب صاحبزادہ کیپٹن محمد امین صاحب - سجادہ نشین کنجاہ شریف گجرات

رسالہ کے معاونین حضرات کے اسماء گرامی :- الحاج شیخ کرم الہی صاحب میریٹ روڈ کراچی - جناب غلام نقشبند صاحب

منصور آباد لائل پور — شیخ بشیر احمد نقشبندی کلاتھ مرچنٹ منڈی گلی لائل پور - محبوب علی خان صاحب ہیڈ کلرک پوسٹ آفس لائل پور - حاجی امام الدین صاحب مدینہ ٹریڈنگ کمپنی لاہور - جناب منشی غلام رسول صاحب صداقت پارک سانده لاہور - جناب عبدالعزیز صاحب رنگپور عیجوڑ سرگودھا - جناب عطاء اللہ صاحب خزانچی چک 11/12 ایل میانوالی - جناب مولانا الحاج پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب چک ۶ جنوبی جلوال میر آباد -

مخیر حضرات متوجہ ہوں — رجب کا مہینہ آرہا ہے — یاران طریقت اور قارئین رسالہ میں جو مخیر حضرات ہیں - وہ مال کی زکوٰۃ سے بجائے اعانت رسالہ بیش از بیش رقوم ارسال کر کے رسالہ کی اعانت اور دستگیری کریں - زکوٰۃ کی رقوم سے دینی مدارس کے غریب طلباء اور غریب مساجد اور بعض غریب پیر بھائیوں کے نام ایک سال کیلئے رسالہ جاری کیا جاتا ہے - اس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ آپ حضرات کو دین کی تبلیغ کا بھی ثواب بیکراں ملیگا -

رشتہ مطلوب ہے :- اچھے خاندان کی ایک تعلیمیافتہ لڑکی کے لئے جو اپنے سلسلہ طریقت میں داخل ہے - تعلیم یافتہ صالح لڑکے کا جو سلسلہ طریقت میں داخل ہو - رشتہ مطلوب ہے - ذات پات کا کوئی سوال نہیں - ایسے ہی ایک تعلیم یافتہ نیک لڑکے کے لئے ایک تعلیم یافتہ نیک لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے - اس سلسلہ میں جملہ خطوط ایڈیٹر انوار الصوفیہ کے نام لکھے جائیں -

اخبار آستانہ علی پور شریف

مولانا الحاج حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین صاحب علی پور شریف رونق افروز ہیں اعلیٰ حضرت مولانا الحاج جوہر الملت ۶ - ۷ اکتوبر کو ملتان کی تاریخ کیلئے ملتان تشریف لیگئے تھے - اب چک 279 گ ب خورد لائل پور تشریف فرما ہیں - حضرت مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب دو اکتوبر سے قصور رونق افروز ہیں، امید ہے یاران طریقت کے پیہم اصرار سے آپ دو ماہ تک قصور اور مضافات قصور میں مقیم رہیں گے : حضرت مولانا الحاج پیر سید انور حسین شاہ صاحب علی پور شریف تشریف فرما ہیں - علی پور شریف میں جملہ اکابر و اصاغر حضرات بخیر و عافیت ہیں - روضہ شریف کی تعمیر کا کام بدستور ہو رہا ہے -